جشن میلادالنبی ﷺ کے اجزائے تشکیلی

یوں تو سارا سال حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکارِ جمیل کی محفلیں منعقد ہوتی رہتی ہیں لیکن جونہی ماہِ ربیع الاول کی آمد ہوتی ہے مسرتوں اور خوشیوں کا ایک سیلِ رواں شہر شہر، قریہ قریہ امڈ آتا ہے اور اہلِ ایمان وار فتگی کے عالم میں محافلِ میلاد اور جلسہ و جلوس کی صورت میں اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی قلبی محبت و عقیدت کا اِظہار کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تھمتا نہیں بلکہ ایک دیدنی جوش و خروش کا رنگ اِختیار کر لیتا ہے۔ اس موقع پر گھر گھر چراغاں کیا جاتا ہے۔ مجالس و محافلِ میلاد کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی اور احترام میں بپا کی جانے والی محافل میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترانے الاپے جاتے ہیں، قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے اور نعت گو شاعر، نعت خواں اور خطباء حضرات تحریر و تقریر اور نعت و بیان کے ذریعے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور اپنے اپنے گلہائے عقیدت پیش کرتے ہیں۔ الغرض ہر کوئی اپنی بساط کے مطابق نظم و نثر کے پیرائے میں تخلیق و ولادت اور عظمت و شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رطب اللسان ہوتا ہے۔

میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر خوشی و مسرت کا اِظہار کس کس طریقے سے کیا جاتا ہے؟ جشنِ مسرت مناتے وقت غلامانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمولات کیا ہوتے ہیں؟ وہ کون کون سے اَفعا عز و جل و اَعمال سر انجام دیتے ہیں؟ بہ اَلفاظِ دیگر جشن میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَجزائے تشکیلی کون سے ہیں؟ زیرِ نظر باب

میں ہم اسی حوالہ سے بحث کریں گے اور بنیادی اَجزائے تشکیلی یا عناصرِ ترکیبی قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کریں گے اور ان کا تحقیقی جائزہ پیش کریں گے کیوں کہ کسی بھی عمل کی حلت و حرمت اور اُس پر اَجر و ثواب یا عذاب و عتاب کا اندازہ اس اَمر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اِس عمل کے اَجزاء کون کون سے ہیں۔

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَجزائے تشکیلی اور اِس کے اندر ہونے والی ایمان افروز اور روح پرور سرگرمیوں کو درج ذیل عنوانات کے تحت بیان کیا جاسکتا ہے:

مجالس واِجتماعات کا اِہتمام

بیانِ سیرت و فضائلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مدحت و نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صلوٰۃ وسلام

قیام

اِہتمامِ چراغاں

اِطعام الطعام (کھانا کھلانا)

جلوسِ میلاد

آئندہ صفحات میں اِن تمام اَجزاء کو علیحدہ علیحدہ فصل میں بالتفصیل بیان کیا جائے گا۔

فصل اَوّل

مجالس واِجتماعات کا اِہتمام

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پر مسرت موقع پر محافلِ نعت، مجالسِ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں درود وسلام پیش کرنے کے لیے خصوصی اِجتماعات منعقد کیے جاتے ہیں۔ لوگ اِن محافل میں اِنتہائی عقیدت واِحترام اور جوش وخروش سے شریک ہوتے ہیں اور اپنے قلوب واَذہان کو محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکرِ جمیل سے معطر کرتے ہیں۔ اپنے میلاد کے بیان کے لیے خود تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اِجتماعات کا اہتمام فرمایا۔ اِس ضمن میں متعدد اَحادیث موجود ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی ولادت سے قبل اپنی تخلیق کا تذکرہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے عرض کیا:

یارسول اللہ!متی وجبت لك النبوۃ؟

”یارسول اللہ! آپ کو شرفِ نبوت سے کب نوازا گیا؟“

یہ ایک معمول سے ہٹا ہوا سوال تھا کیوں کہ صحابہ میں سے کون نہیں جانتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت چالیس سال کی عمر مبارک میں ہوئی۔ لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے اِس سوال سے واضح ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بارے میں نہیں پوچھ رہے تھے بلکہ وہ عالم بالا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُس روحانی زندگی کی اِبتداء کی بات کر رہے تھے جب اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلعتِ نبوت سے سرفراز فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب عطا کرتے ہوئے فرمایا:

وآدم بين الروح والجسد.

”میں اُس وقت بھی نبی تھا) جب آدم کی تخلیق ابھی رُوح اور جسم کے مرحلے میں تھی۔“

1. ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 5 : 585، رقم: 3609

2۔ابن مستفاض نے ’’کتاب القدر (ص: 27، رقم: 14)‘‘ میں کہا ہے کہ اِس کے رِجال ثقہ ہیں۔

3. تمام رازی، کتاب الفوائد، 1 : 241، رقم: 581

4. ابن حبان، کتاب الثقات، 1 : 47

5. لالکائی، اعتقاد اہل السنۃ، 1 : 422، رقم: 1403

6. حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 2 : 665، رقم: 4210

7. بیہقی، دلائل النبوۃ و معرفۃ احوال صاحب الشریعۃ، 2 : 130

8. سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، 6 : 569

9۔ ناصر الدین البانی نے اِس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے ’’صحیح السیرۃ النبویۃ (ص: 54، رقم: 53)‘‘ میں بیان کیا ہے۔

اِس حدیث سے مراد ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس وقت بھی نبی تھے جب روح اور جسم سے مرکب حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر ابھی مکمل طور پر تیار نہیں ہوا

تھا۔ اِس طرح حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو اپنی ولادت سے بھی پہلے اپنی تخلیق اور نبوت کے بارے میں آگاہ فرمایا۔

2۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے میلاد کے بیان کے لیے اِہتمامِ اِجتماع

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے اِجتماع سے خطبہ جمعہ کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً دینی و ایمانی، اَخلاقی و روحانی، علمی و فکری، سیاسی و سماجی، معاشی و معاشرتی، قانونی و پارلیمانی، اِنتظامی و اِنصرامی اور تنظیمی و تربیتی موضوعات پر خطبات اِرشاد فرماتے۔ اس کے علاوہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حسبی و نسبی فضیلت اور بے مثل ولادت پر بھی گفتگو فرماتے۔ درج ذیل اَحادیثِ مبارکہ سے واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی تخلیق و ولادت کی خصوصیت و فضیلت کے بیان کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے اِجتماع کا اہتمام فرمایا۔

1۔ حضرت مطلب بن ابی وداعہ سے مروی ہے:

جاء العباس إلى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فکأنہ سمع شیئاً، فقام النّبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی المنبر، فقال: من إنا؟ فقالوا: إنت رسول اللہ، علیک السّلام. قال: إنا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطّلب، إن اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیر ہم فرقۃ، ثم جعلہم فرقتین، فجعلنی فی خیر ہم فرقۃ، ثم جعلہم قبائل، فجعلنی فی خیر ہم قبیلۃ، ثم جعلہم بیوتاً، فجعلنی فی خیر ہم بیتاً وخیر ہم نسباً.

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، (اس وقت ان کی کیفیت ایسی تھی) گویا انہوں نے (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کفار سے) کچھ (نازیبا الفاظ) سن رکھے تھے (اور وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتانا چاہتے تھے)۔ (حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتائے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علمِ نبوت سے جان گئے) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا: میں کون ہوں؟ سب نے عرض کیا: آپ پر سلام ہو، آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں عبد اللہ کا بیٹا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور اس مخلوق میں سے بہترین گروہ (انسان) کے اندر مجھے پیدا فرمایا اور پھر اس کو دو گروہوں (عرب و عجم) میں تقسیم کیا اور ان میں سے بہترین گروہ (عرب) میں مجھے پیدا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس حصے کے قبائل بنائے اور

ان میں سے بہترین قبیلہ (قریش) کے اندر مجھے پیدا کیا اور پھر اس بہترین قبیلہ کے گھر بنائے تو مجھے بہترین گھر اور نسب (بنو ہاشم) میں پیدا کیا۔"

.1ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الدعوات، 5 : 543، رقم: 3532

2۔ترمذی نے "الجامع الصحیح (کتاب المناقب، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 5 : 584، رقم: 3608)" میں وخیر ھم نسبا کی جگہ وخیر ھم نفسا کے الفاظ بھی بیان کیے ہیں۔

3۔احمد بن حنبل نے "المسند (1 : 210، رقم: 1788)" میں آخر حدیث میں "فانا خیر کم بیتا وخیر کم نفسا" کا اضافہ کیا ہے۔

.4احمد بن حنبل، المسند، 4 : 165

.5ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، 8 : 216

.6بیہقی، دلائل النبوۃ ومعرفۃ احوال صاحب الشریعۃ، 1 : 169

اس حدیث مبارکہ میں درج ذیل نکات قابلِ غور ہیں :

(1) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ جب کسی موضوع پر کوئی اَہم اور قابلِ توجہ بات تمام صحابہ کو بتانا مقصود ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا خطبہ یا تقریر منبر پر کھڑے ہو کر اِرشاد فرماتے۔ اگر معمول کی کوئی بات ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موقع پر موجود صحابہ کے گوش گزار کر دیتے لیکن منبر پر کھڑے ہو کر خاص نشست کا اہتمام عامۃ المسلمین تک کوئی خاص بات پہنچانے کے لیے ہوتا تھا۔ حدیثِ مذکورہ میں بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہو کر اِرشاد فرما رہے ہیں، اور یہ اِہتمام اِس اَمر کی طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ سے کوئی اہم بات کرنے والے ہیں۔

(2) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے سوال کیا : ’’میں کون ہوں؟‘‘ سب نے عرض کیا : ’’آپ پر سلام ہو، آپ اللہ کے رسول ہیں۔‘‘ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا یہ جواب اگرچہ حق و صداقت پر مبنی تھا لیکن مقتضائے حال کے مطابق نہ تھا۔ اس دن اس سوال کا مقصد کچھ اور تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا جواب بھی مختلف سننا چاہتے تھے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی طرف سے متعلقہ جواب موصول نہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود

ہی فرمایا : ’’میں عبد اللہ کا بیٹا محمد ہوں۔‘‘ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنی ولادت اور نسبی فضیلت کے باب میں کچھ ارشاد فرمانا چاہتے تھے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا وہ گوشہ ہے جس کا تعلق براہِ راست آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد سے ہے۔ اگرچہ یہ وہ معلومات تھیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم بہ خوبی جانتے تھے مگر اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِس قدر اِہتمام کے ساتھ اس مضمون کو بیان فرمانے کا مقصد جشنِ میلاد کو اپنی سنت بنانا تھا۔

(3) مذکورہ حدیث میں اَحکامِ اِلٰہی بیان ہوئے ہیں نہ اَعمال واَخلاق سے متعلق کوئی مضمون بیان ہوا ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اپنی ولادت اور نسبی فضیلت کے بارے آگاہ فرمایا ہے جو موضوعاتِ میلاد میں سے ہے۔

(4) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بیان انفرادی سطح پر نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے اجتماع سے تھا جو خصوصی اِنتظام واِنصرام کی طرف واضح اِشارہ ہے۔

کتبِ حدیث اور سیرت و فضائل میں سے امام بخاری (194۔256ھ)، امام مسلم (206۔261ھ)، امام ترمذی (210۔279ھ)، قاضی عیاض (476۔544ھ)، علامہ قسطلانی (851۔923ھ)، علامہ نبہانی (1265۔1350ھ) جیسے نام وَر اَئمہ و

محدثین اور شارحین کی تصانیف میں ایسی بے شمار احادیث موجود ہیں جن کا تعلق کسی شرعی مسئلہ سے نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت، حسب و نسب، خاندانی شرافت و نجابت اور ذاتی عظمت و فضیلت سے ہے۔

2۔ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

قلّت : یارسول اللہ ! إن قریشاً جلسوا فتذاکروا احسابهم بینهم، فجعلوا مثلك کمثل نخلة فی کبوة من الأرض، فقال النّبیّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إن اللہ خلق الخلق فجعلنی من خیرهم من خیر فرقهم وخیر الفریقین، ثم تخیّر القبائل فجعلنی من خیر قبیلة، ثم تخیّر البیوت فجعلنی من خیر بیوتهم، فأنا خیرهم نفساً وخیرهم بیتا.

”میں نے عرض کیا : یارسول اللہ ! قریش نے ایک مجلس میں اپنے حسب و نسب کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی مثال کھجور کے اُس درخت سے دی جو کسی ٹیلہ پر ہو۔ اِس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کی بہترین جماعت میں رکھا اور ان کے بہترین گروہ میں رکھا اور دونوں گروہوں میں سے بہترین گروہ میں بنایا، پھر قبائل کو منتخب فرمایا اور مجھے بہترین قبیلے میں رکھا، پھر

اُس نے گھرانے منتخب فرمائے تو مجھے اُن میں سے بہتر گھرانے میں رکھا، پس میں اُن میں سے بہترین فرد اور بہترین خاندان والا ہوں۔"

1. ترمذی، الجامع الصحیح، ابواب المناقب، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 5 : 584، رقم: 3607

2. إحمد بن حنبل، فضائل الصحابۃ، 2 : 937، رقم: 1803

3. إبو یعلی، المسند، 4 : 140، رقم: 1316

3۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إن اللہ اصطفی من ولد إبراہیم إسماعیل، واصطفی من ولد إسماعیل بنی کنانۃ، واصطفی من بنی کنانۃ قریشاً، واصطفی من قریش بنی ہاشم، واصطفانی من بنی ہاشم.

”بے شک ربِ کائنات نے اِبراہیم (علیہ السلام) کی اَولاد میں سے اِسماعیل (علیہ السلام) کو منتخب فرمایا، اور اِسماعیل (علیہ السلام) کی اَولاد میں سے بنی کنانہ کو، اور اَولادِ کنانہ میں سے قریش کو، اور قریش میں سے بنی ہاشم کو، اور بنی ہاشم میں سے مجھے شرفِ اِنتخاب سے نوازا اور پسند فرمایا۔“

1. ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 5 : 583، رقم: 3605

2. مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتسلیم الحجر علیہ قبل النبوۃ، 4 : 1782، رقم: 2276

3. اِحمد بن حنبل، المسند، 4 : 107

4. ابن اِبی شیبۃ، المصنف، 6 : 317، رقم: 31731

5. اِبو یعلی، المسند، 13 : 469، 472، رقم: 7485، 7487

6. طبرانی، المعجم الکبیر، 22 : 66، رقم: 161

7. بیہقی، السنن الکبری، 6 : 365، رقم: 12852

8. بیہقی، شعب الاِیمان، 2 : 139، رقم: 1391

اِس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا پورا سلسلۂ نسب بیان فرمادیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصطفٰی کا لفظ اس لیے بیان کیا کہ صاحبِ نسب، مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (چُنے ہوئے) ہیں اور پورے نسبی سلسلہ کو یہ صفاتی لقب دیا گیا ہے۔

3۔ بیانِ شرف وفضیلت کے لیے اِہتمامِ اِجتماع

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیانِ میلاد کے علاوہ اپنی شرف وفضیلت بیان کرنے کے لیے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے اِجتماع کا اہتمام فرمایا:

1۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

جلس ناس من إصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ینتظرونہ، قال: فخرج حتی إذا دنا منھم سمعھم یتذاکرون فسمع حدیثھم، فقال بعضھم عجباً: إن اللہ عزوجل اتّخذ من خلقہ خلیلًا، اتّخذ إبراھیم خلیلًا، وقال آخر: ماذا بأعجب من کلام موسی کلّمہ تکلیماً، وقال آخر: فعیسی کلمتہ اللہ وروحہ، وقال آخر: آدم اصطفاہ اللہ. فخرج علیھم فسلّم، وقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: قد سمعت کلامکم وعجبکم إن إبراھیم خلیل اللہ وھو کذلک، وموسٰی نجی اللہ وھو

کذالک، وعیسی روح اللہ وکلمتہ وہو کذلک، وآدم اصطفاہ اللہ وہو کذلک، اِلا! واِنا حبیب اللہ ولا فخر، اِنا حامل لواء الحمد یوم القیامۃ ولا فخر، واِنا اِول شافع واِول مشفعٍ یوم القیامۃ ولا فخر، واِنا اِول من یحرک حلق الجنتہ فیفتح اللہ لی فید خلنیہا، ومعی فقراء المومنین ولا فخر، واِنا اِکرم الاٗوّلین والآخرین ولا فخر.

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لے آئے، جب ان کے قریب ہوئے تو سنا کہ وہ آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: بڑے تعجب کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے (ابراہیم علیہ السلام کو اپنا) خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا: یہ اس سے زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے کہ خدا نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔ تیسرے نے کہا: عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ چوتھے نے کہا: آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے حلقے میں تشریف لے آئے، سلام کیا اور فرمایا: میں نے تم لوگوں کا کلام اور اِظہارِ تعجب سن لیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں، بے شک وہ ایسے ہی ہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کرنے والے ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام اس کی روح اور اس کا کلمہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں۔ اور آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا اور وہ ایسے ہی ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ! میں اللہ کا حبیب ہوں لیکن میں فخر نہیں کرتا اور میں قیامت کے دن لواءِ حمد (حمد کا جھنڈا) اٹھانے والا

ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں، اور میں قیامت کے دن سب سے پہلا شفیع اور سب سے پہلا مشفع ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں اور میں پہلا شخص ہوں گا جو بہشت کے دروازے کی زنجیر ہلائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے میرے لیے کھولے گا اور مجھے اس میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ وہ مومنین ہوں گے جو فقیر (غریب و مسکین) تھے لیکن مجھے اس پر بھی کوئی فخر نہیں، اور اوّلین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرّم و محترم میں ہی ہوں اور مجھے اس پر بھی کوئی فخر نہیں۔"

1. ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 2 : 202، رقم: 3616

2. دارمی، السنن 1 : 39، رقم: 47

3. بغوی، شرح السنۃ، 13 : 198، 204، رقم: 3617، 3625

4. رازی، مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، 6 : 167

5. ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 1 : 560

6. سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، 2 : 705

2۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

إن النّبیّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرج یوماً فصلی علی إہل إحد صلاتہ علی المیت، ثم انصرف إلی المنبر، فقال: إنی فرط لکم وإنا شہید علیکم، وإنی واللہ! لأنظر إلی حوضی الآن، وإنی إعطیت مفاتیح خزائن الأرض إو مفاتیح الأرض، وإنی واللہ! ماإخاف علیکم إن تشرکوا بعدی، ولکن إخاف علیکم إن تنافسوا فیہا.

’’ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر (میدانِ اُحد کی طرف) تشریف لے گئے، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہدائے اُحد پر نمازِ جنازہ کی طرح نماز پڑھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا: بے شک میں تمہارا پیش رَو ہوں اور میں تم پر گواہ (یعنی تمہارے اَحوال سے باخبر) ہوں۔ اللہ کی قسم! میں اِس وقت حوضِ کوثر دیکھ رہا ہوں اور مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے، البتہ یہ خوف ضرور ہے کہ تم دنیاپرستی میں باہم فخر و مباہات کرنے لگو گے۔‘‘

.1 بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الشہید، 1 : 451، رقم: 1279

.2 بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ، 3 : 1317، رقم: 1401

.3 بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب اِحد یحبنا، 4 : 1498، رقم: 3857

.4 بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زہرۃ الدنیا والتنافس فیہا، 5 : 2361، رقم: 6062

.5 بخاری، الصحیح، کتاب الحوض، باب فی الحوض، 5 : 2408، رقم: 6218

.6 مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب إثبات الحوض، 4 : 1795، رقم: 2296

.7 اِحمد بن حنبل، المسند، 4 : 149، 153

.8 ابن حبان، الصحیح، 7 : 473، رقم: 3168

.9 ابن حبان، الصحیح، 8 : 18، رقم: 3224

اِس حدیثِ مبارکہ کے الفاظ۔ ثم انصرف الی المنبر (پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے)۔ سے ایک سوال ذہن میں اُبھرتا ہے کہ کیا قبرستان میں بھی منبر ہوتا ہے؟ منبر تو خطبہ دینے کے لیے مساجد میں بنائے جاتے ہیں، وہاں کوئی مسجد نہ تھی، صرف شہدائے اُحد کے مزارات تھے۔ اُس وقت صرف مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی میں منبر ہوتا تھا۔ اس لیے شہدائے احد کی قبور پر منبر کا ہونا بظاہر ایک ناممکن سی بات نظر آتی ہے۔ مگر در حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر شہدائے اُحد کے قبرستان میں منبر نصب کرنے کا اِہتمام کیا گیا، جس کا مطلب ہے کہ منبر شہر مدینہ سے

منگوایا گیا یا پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم ساتھ ہی لے کر گئے تھے۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ اتنا اہتمام کس لیے کیا گیا؟ یہ سارا اِہتمام واِنتظام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل ومناقب کے بیان کے لیے منعقد ہونے والے اُس اِجتماع کے لیے تھا جسے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود منعقد فرمارہے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے اس اجتماع میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحدیثِ نعمت کے طور پر اپنا شرف اور فضیلت بیان فرمائی جس کے بیان پر پوری حدیث مشتمل ہے۔اِس طرح یہ حدیث جلسۂ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واضح دلیل ہے۔

مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف وفضیلت کو بیان کرنے کے لیے اِجتماع کا اہتمام کرنا خود سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ لہٰذا میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافل سجانا اور جلسوں کا اِہتمام کرنا مقتضائے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔آج کے پُرفتن دور میں ایسی محافل و اِجتماعات کے اِنعقاد کی ضرورت پہلے سے کہیں بڑھ کر ہے تاکہ اُمت کے دلوں میں تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عشق و محبت نقش ہو اور لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور اُسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی ترغیب دی جائے۔

میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں منعقد ہونے والے اِجتماعات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و فضائل کا ذکر ہوتا ہے۔ محفلِ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تذکارِ رسالت درج ذیل پانچ جہتوں میں ہوتا ہے:

1۔ اَحکامِ شریعت کا بیان

محافلِ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اِسلامی اَحکام مثلًا نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور دیگر اَحکامِ شریعت کے بیان کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُن ارشادات و تعلیمات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اِسلامی شریعت کی بنیاد ہیں اور جن پر اَرکانِ اِیمان واِسلام کی عمارت قائم ہے۔ فقہی اور فروعی مسائل کو موضوع بنانے کے بجائے اِس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ فرض عبادات کی ادائیگی درجۂ قبولیت تک کیسے پہنچ سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول کیسے ممکن ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِتباع اور محبت کس طرح ہم پر فوز و فلاح کے دروازے وَا کرتی ہے اور ہم ایمان کے تقاضوں کو کس طرح بطریقِ اَحسن پورا کر سکتے ہیں؟ اِس طرح کی دیگر اَبحاث محفلِ میلاد میں بیان کی جاتی ہیں تاکہ اُسوہء کامل کی روشنی میں عبادات کی روح کو اپنے اندر سمو کر اپنے اعمال اور شخصیت کی عمارت کو اَحکامِ شریعت کی بنیادوں پر استوار کرنے کے عہد کی تجدید کی جاسکے۔

2۔تذکارِ خصائلِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محافلِ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر اپنایا جانے والا دوسرا طریقہ ''تذکارِ خصائلِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ہے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ یہ وہ آئینہ ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت، سیرت اور خُلقِ عظیم کا پَرتَو جھلکتا دکھائی رہتا ہے۔اس تذکار کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم اس کے ذریعے اپنی زندگی کو اِنفرادی اور اِجتماعی سطح پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور متعین کردہ اَقدار سے سنواریں اور اپنے شب و روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق بسر کریں۔ یہ دوسرا موضوع ہے جسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیغمبرانہ زندگی کے حوالے سے علمائے کرام محافلِ میلاد میں زیر بحث لاتے ہیں۔ اگرچہ محافلِ میلاد کا اَوّلین مقصد آمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد میں جشنِ مسرت منانا ہے لیکن ان تقریباتِ سعیدہ میں قرآنی تعلیمات اور سیرتِ مبارکہ کے تعلیمی، تربیتی، اَخلاقی اور روحانی پہلوؤں کا ذکر بھی علمائے کرام اپنی تقاریر وخطابات میں خصوصی طور پر کرتے ہیں۔

3۔تذکارِ شمائلِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تذکارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمائل بھی بیان کیے جاتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن وجمال اور خوبصورتی و

رعنائی کا حسین تذکرہ کیا جاتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسنِ سراپا کا ذکرِ جمیل قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں نہایت ہی خوبصورت اور دلکش انداز میں کیا جاتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وَالضُّحیٰ چہرے، وَاللَّیْل زلفوں، مَازَاغَ الْبَصَر کا دل آویز بیان سماعتوں میں رَس گھولنے لگتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرتا قدم حسنِ مجسم تھے اور یہ فیصلہ کرنا محال تھا کہ صوری حسن جسدِ اَطہر کے کس کس مقام پر کمالِ حسن کی کن کن بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراپائے حسن کو دیکھ کر مست و بے خود ہو کر رہ جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسنِ سراپا کے بیان میں اپنے عجز اور کم مائیگی کا اِعتراف کرتے۔ حق تو یہ ہے کہ ذاتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسنِ سرمدی اِظہار و بیان سے ماوراء تھا اور اہلِ عرب زبان و بیان کی فصاحت و بلاغت کے اپنے تمام تر دعووں کے باوجود بھی اُسے کما حقہ بیان کرنے سے عاجز تھے۔

ماہِ میلاد میں نورِ مجسم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُسی حسنِ بے مثال کا تذکرہ ہوتا ہے، کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زلف و رخسار کا ذکر کرتا ہے تو کوئی چشمانِ مقدسہ کی تاثیرِ کرم کی مدح سناتا ہے، کوئی گوش مبارک کی دلکشی اور ان کی بے مثل سماعت پر سلام بھیجتا ہے تو کوئی گل قدس کی پتیوں جیسے نازک ہونٹوں پر درود پڑھتا ہے۔ کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ اقدس سے صادر ہونے والے معجزات کا ذکر چھیڑتا ہے تو کوئی حسن و جمال سے معمور دہنِ اقدس اور

اس سے نکلے ہوئے لعاب مبارک کی برکات کے نغمات الاپتا ہے۔ اس تذکارِ شمائل سے وجود میں کیفیاتِ وجد کا نزول ہونے لگتا ہے اور بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضوری کی خیرات ملنے لگتی ہے۔ یہی وہ کیفیات ہیں جو ان محافل کا حاصل ہیں اور جن سے قلب و روح میں تجلیّاتِ ایمان کا ورود ہونے لگتا ہے۔ یہ وہ توشۂ آخرت ہے جو سفرِ حشر میں مومن کے بہت کام آئے گا۔

4۔ تذکارِ خصائص و فضائلِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محفلِ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص و فضائل کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص و فضائل اور اَوصاف و کمالات ہی ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور تمام انسانوں سے ممتاز کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جامع کمالاتِ انبیاء ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اَقدس میں تمام اَنبیاء و رُسل کے محامد و محاسن اور معجزات و کمالات بہ درجۂ اَتم جمع فرما دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام اہلِ جہاں پر شرف و فضیلت عطا فرمائی اور تمام اَوّلین و آخرین کا سید اور سردار بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے قربِ خاص سے نوازا اور شبِ معراج عرش پر بلا کر اپنا دیدار عطا فرمایا۔ اُس نے قرآن حکیم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِطاعت کو اپنی اطاعت، (1) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کو

اپنی رضا، (2) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کو اپنی بیعت، (3) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کو اپنا فعل، (4) نطقِ رسول کو اپنی وحی، (5) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی، (6) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کو اپنی مخالفت (7) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا کو اپنی عطا قرار دیا۔ (8) اِس پر مستزاد حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے دُنیوی، برزخی اور اُخروی خصائص و فضائل سے نوازا جو بے مثال ہونے کے علاوہ حدِ شمار سے بھی باہر ہیں۔

(1) النساء، 4 : 80

(2) التوبۃ، 9 : 62

(3) الفتح، 48 : 10

(4) الانفال، 8 : 17

(5) النجم، 53 : 3، 4

(6) النساء، 4 : 14

(7) التوبۃ، 9 : 63

(8) التوبۃ، 9 : 59، 74

میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک تقریبات میں حسنِ صورت وسیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکرے تو ہوتے ہی ہیں، اِس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کثیر الجہت شانوں کا بیان اہلِ ایمان کے دلوں میں عشق و محبت کی وہ شمعیں فروزاں کر دیتا ہے جن کی ضوء شبستان زندگی کو منور کر دیتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص پر مشتمل چند احادیث ذیل میں درج کی جاتی ہیں :

1۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إنا إوّلھم خروجاً، وإنا قائدہم إذا وفدوا وإنا خطیبہم إذا إنصتوا، وإنا مشفعھم إذا حبسوا، وإنا مبشّرہم إذا إیسوا. الکرامۃ والمفاتیح یومئذ بیدی، وإنا إکرم ولد آدم علی ربی، یطوف علیّ إلف خادم کأنہم بیض مکنون إو لؤلؤ منثور.

)''روزِ قیامت) سب سے پہلے میں (اپنی قبرِ انور سے) نکلوں گا اور جب لوگ وفد بن کر جائیں گے تو میں ہی ان کا قائد ہوں گا۔ اور جب وہ خاموش ہوں گے تو میں ہی ان کا خطیب ہوں گا۔ میں ہی ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا جب وہ روک دیئے جائیں گے، اور میں ہی انہیں خوش خبری دینے والا ہوں جب وہ مایوس ہو جائیں گے۔ بزرگی اور جنت کی چابیاں اُس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ میں اپنے رب کے ہاں اَولادِ آدم میں سب سے زیادہ مکرم ہوں میرے اِرد گرد اُس روز ہزار خادم پھریں گے گویا وہ (گرد و غبار سے محفوظ) سفید (خوبصورت) انڈے (یعنی پوشیدہ حسن) ہیں یا بکھرے ہوئے موتی ہیں۔''

.1دارمی، السنن 1 : 39، رقم: 48

.2ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة بنی إسرائیل، 5 : 308، رقم: 3148

.3ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 5 : 585، رقم: 3610

.4إبو یعلی، المعجم: 147، رقم : 160

.5قزوینی، التدوین فی إخبار قزوین، 1 : 234، 235

6. دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، 1 : 47، رقم: 117

7. بغوی، شرح السنۃ، 13 : 203، رقم: 3624

8. ابن اِبی حاتم رازی، تفسیر القرآن العظیم، 10 : 3212، رقم: 18189

9. بیہقی، دلائل النبوۃ و معرفۃ اِحوال صاحب الشریعۃ، 5 : 484

10. اِبو نعیم، دلائل النبوۃ، 1 : 64، 65، رقم: 24

11. بغوی، معالم التنزیل، 3 : 131

12. سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، 8 : 376

اِس حدیثِ مبارکہ میں روزِ قیامت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہونے والے مراتب و درجات کا ذکر ہے اور یہ بھی موضوعاتِ میلاد میں سے ہیں۔

2۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إنا سيّد ولد آدم يوم القيامة ولا فخر، وبيدي لواء الحمد ولا فخر، وما من نبيّ يومئذ آدم فمن سواه إلا تحت لوائی، وإنا إوّل من تنشقّ عنه الأرض ولا فخر.

”روزِ قیامت میں تمام اَولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور مجھے اِس پر کوئی فخر نہیں۔ اور اُس روز لواءِ حمد (حمدِ الٰہی کا جھنڈا) میرے ہاتھ میں ہوگا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔ اور اُس روز آدم سمیت تمام نبی میرے جھنڈے تلے ہوں گے، اور میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جس کے (باہر نکلنے کے) لیے زمین کا سینہ کھولا جائے گا اور اس (اَوّلیت) پر مجھے فخر نہیں۔“

1. ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 5 : 587، رقم: 3615

2. مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبیّنا علی جمیع الخلائق، 4 : 1782، رقم: 2278

3. ابن حبان، الصحیح، 14 : 398، رقم: 6478

4. إحمد بن حنبل، المسند، 1 : 281

5. إحمد بن حنبل، المسند، 3 : 2

.6اِبو یعلی، المسند، 13 : 480، رقم: 7493

.7مقدسی، الأحادیث المختارۃ، 9 : 455، رقم: 428

3۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

إنا إوّل من تنشقّ عنہ الأرض، فأکسی الحُلۃ من حُلل الجنتہ، ثم إقوم عن یمین العرش لیس إحد من الخلائق یقوم ذالک المقام غیری.

)''روزِ قیامت) میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جس کے (باہر نکلنے کے) لیے زمین کا سینہ کھولا جائے گا، مجھے جنت کی پوشاکوں میں سے ایک پوشاک پہنائی جائے گی، پھر میں عرشِ الٰہی کے دائیں جانب اُس مقام پر کھڑا ہوں گا جہاں میرے علاوہ مخلوقات میں سے کوئی ایک (فرد) بھی کھڑا نہیں ہوگا۔''

.1ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 5 : 585، رقم: 3611

.2ابنِ کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 10 : 263

ہم اِن اَحادیث کو بہ طور حوالہ اس لیے لا رہے ہیں تاکہ یہ اَمر واضح ہو جائے کہ ان میں کسی قسم کے اَحکامِ شریعت یا حلال و حرام اور تبلیغ و دعوت یا سیرت وغیرہ کے کوئی پہلو بیان ہوئے ہیں نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلقِ عظیم کا کوئی ذکر ہوا ہے بلکہ ان میں تواتر کے ساتھ جو چیزیں بیان ہوئی ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص اور اَولادِ آدم علیہ السلام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام و مرتبہ، بے مثال عظمت و رِفعت اور روحانی مدارج کا ذکر ہے۔ کتبِ اَحادیث میں فضائل و مناقب کے ذیل میں صرف یہی خاص مضمون بیان ہوئے ہیں اور اَصلًا یہ میلاد شریف کے مضامین ہیں۔

5۔ ذکرِ وِلادت اور روحانی آثار وعلائم کا تذکرہ

محفلِ میلاد کا پانچواں پہلو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے تذکار اور بہ وقتِ ولادت رونما ہونے والی روحانی علامات وآثار کے بیان پر مشتمل ہے۔ محافلِ میلاد میں ہم خصوصیت کے ساتھ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت اور ان خارق العادت روحانی آثار وعلائم کا تذکرہ کرتے ہیں جو ان ساعتوں یا عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ظہور پذیر ہوئے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد

شباب اور عمر مبارک کے چالیس سال کو پہنچنے پر پیغمبرانہ منصب پر فائز ہونے کے واقعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ تذکارِ میلاد میں ان فوق العادۃ روحانی واقعات اور آثار وعلامات کے حوالے سے گفتگو ہوتی ہے۔ ان محیر العقول واقعات کو بیان کیا جاتا ہے جو ظہورِ قدسی کے وقت شہر مکہ اور دنیا کے دوسرے حصوں میں پیش آئے، جن کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان بشارتوں اور پیشین گوئیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری سے متعلق سابقہ الہامی کتب میں مذکور ہیں۔ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک نسل در نسل اور گروہ در گروہ تمام انبیاء علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے تذکرے کرتے رہے یہاں تک کہ یہ سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی صورت میں انجام پذیر ہوا۔ یہ سب بشارتیں جو کتبِ سابقہ اور صحائفِ آسمانی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں مرقوم تھیں، میلاد کا موضوع بنتی ہیں۔ اِسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسب ونسب اور حضرت آدم علیہ السلام سے آگے جن پاک پشتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور منتقل ہوتا ہوا پہلوئے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا میں دُرِّ یتیم کی صورت میں ظاہر ہوا اور وہ نوعِ اِنسانی کے لیے اللہ کے فضل اور نعمت کے طور پر جلوہ گر ہوا، میلاد کا نفسِ مضمون ہیں جن کا ذکر مولد یا میلاد کے موضوع میں ڈھل جاتا ہے۔

الغرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے اَحوال اور رشکِ زمانہ سیدہ آمنہ اور سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنھما کی آغوشِ عاطفت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد طفلی کے حالات وواقعات کا تذکرہ ان پاکیزہ محافل ومجالس میں قلب وروح کے تار ہلا دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات وکمالات بیان کیے جاتے ہیں تو وجد ومستی کے ایسے مظاہر دیکھنے میں آتے ہیں جنہیں صرف محسوس کیا جاسکتا ہے، انہیں بیان کرنے کی سکت کسی قلم اور زبان میں نہیں۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان کو جلا بخشنے کا ایک انتہائی مؤثر ومجرب ذریعہ ہے۔ اس سے وہ قوت پیدا ہوتی ہے جسے علامہ اِقبال رحمۃ اللہ علیہ قوتِ عشق کا نام دیتے ہیں اور جس کی بدولت اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضیاء پاشیوں سے شبستانِ دہر میں اُجالا کیا جاسکتا ہے۔ یہی جشنِ میلاد منانے کا مدعا ومقصود ہے۔ بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ :

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دہر میں اِسمِ محمد (ص) سے اُجالا کر دے

اِقبال، کلیات (اُردو)، بانگِ درا: 207!

مدحت و نعت رسول ﷺ

محافلِ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اہم ترین عنصر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی اور نعت خوانی ہے۔ اہلِ اسلام محافلِ نعت منعقد کرکے اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی بے پناہ محبت اور جذباتی وابستگی کا اظہار کرتے ہیں۔ نعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی نیا عمل نہیں بلکہ قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ ذیل میں اِس ضمن میں چند حوالہ جات نقل کیے جاتے ہیں:

1۔ قرآن میں نعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ جمیل پیرایۂ نعت میں کیا ہے۔ خالقِ کائنات اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب بھی روئے خطاب ہوا تو نام لینے کی بجائے کبھی یَاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ کہا اور کبھی یَاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ اور کبھی یٰسین کے لقب سے پکارا۔ اِسی طرح کلامِ مجید میں کہیں وَالضُّحٰی کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخِ انور کی قسم کھائی اور کہیں وَاللَّیْلِ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبِ تاریک کی مانند سیاہ زلفوں کی قسم کھائی۔ ہمہ قرآن دَر شانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصداق پورا قرآن حکیم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح اور نعت ہی تو ہے۔ اِس کے پیرایۂ اِظہار میں نعت ہی کا رنگ صاف جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ بہ طور حوالہ چند آیات درج ذیل ہیں:

1۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرحِ صدر، رفعِ بارِ غم اور رِفعتِ ذکر کو قرآن حکیم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ o وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ o الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَکَ o وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ o

”کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (انوارِ علم و حکمت اور معرفت کے لیے) کشادہ نہیں فرما دیا o اور ہم نے آپ کا (غمِ اُمت کا وہ) بار آپ سے اتار دیا o جو آپ کی پشتِ (مبارک) پر گراں ہو رہا تھا o اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر (اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند فرما دیا“ o

الانشراح، 94 : 1 - 4

2۔اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے ہمہ وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیج رہے ہیں۔اِرشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہُ یُصَلُّونَ عَلَی النَّبِیِّ یَا أَیُّہَا الَّذِینَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیمًاO

الأحزاب، 33 : 56

’’بے شک اللہ اور اُس کے (سب) فرشتے نبیّ (مکرمّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو‘‘o

3۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بارے میں فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُواْ أَنفُسَهُمْ جَآؤُوكَ فَاسْتَغْفَرُواْ اللّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُواْ اللّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًاO

’’اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اِس لیے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اِطاعت کی جائے، اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت

میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی اُن کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اِس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے‘‘o

النساء، 4 : 64

4۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِطاعت کو اپنی اِطاعت قرار دیا:

مَّنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّهَ وَمَن تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًاO

’’جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا، اور جس نے رُوگردانی کی تو ہم نے آپ کو اُن پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا‘‘o

النساء، 4 : 80

5۔ تورات وانجیل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکرۂ اَوصاف کے ضمن میں فرمایا
:

اَلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلاَلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُواْ بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُواْ النُّورَ الَّذِيَ أُنزِلَ مَعَهُ أُوْلَـئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ O

)"یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی (لقب) نبی ہیں (یعنی دنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر مِن جانبِ اللہ لوگوں کو اَخبارِ غیب اور معاش و معاد کے علوم و معارف بتاتے ہیں) جن (کے اَوصاف و کمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور اِنجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو اُنہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور اُن سے اُن کے بارِ گراں اور طوقِ (قیود) جو اُن پر (نافرمانیوں کے باعث مسلط) تھے ساقط فرماتے (اور اُنہیں نعمتِ آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔ پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اُس

نورِ (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں" o

الأعراف، 7 : 157

6۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رِسالتِ عامہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ.

"آپ فرما دیں: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اُس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں جس کے لیے تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔"

الأعراف، 7 : 158

7۔ معرکۂ بدر میں کفار پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کنکریاں پھینکنے کے عمل کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَـٰكِنَّ اللّٰهَ رَمَىٰ.

"اور (اے حبیبِ محتشم!) جب آپ نے (ان پر سنگ ریزے) مارے تھے (وہ) آپ نے نہیں مارے تھے بلکہ (وہ تو) اللہ نے مارے تھے۔"

الانفال، 8 : 17

8۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنی اُمت پر رؤوف ورحیم ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌO

”بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لیے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب وآرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لیے نہایت (ہی) شفیق، بے حد رحم فرمانے والے ہیں“o

التوبہ، 9 : 128

9۔ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک کی یوں قسم کھاتا ہے:

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَO

الحجر، 15 : 72

)”اے حبیبِ مکرّم!) آپ کی عمر مبارک کی قسم! بے شک یہ لوگ (بھی قومِ لوط کی طرح) اپنی بدمستی میں سرگرداں پھر رہے ہیں“o

10۔اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشقت میں پڑنا گراں گزرا تو فرمایا:

طہ O مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی O

”طٰہٰ (اے محبوبِ مکرّم o(! ہم نے آپ پر قرآن (اِس لیے) نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں“ o

طٰہٰ، 20 : 1،2

11۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ رحمۃً للعالمینی کو درج ذیل آیت میں بیان فرمایا:

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ O

”اور (اے رسولِ محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر“o

الأنبياء، 21 : 107

12۔اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب سکھاتے ہوئے فرمایا:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ o

)”اے مسلمانو!) تم رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی مثل قرار نہ دو (جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلانا تمہارے باہمی بلاوے کی مثل نہیں تو خود رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی تمہاری مثل کیسے ہوسکتی ہے)، بے شک اللہ ایسے لوگوں کو (خوب) جانتا ہے جو تم میں

سے ایک دوسرے کی آڑ میں (دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) چپکے سے کھسک جاتے ہیں، پس وہ لوگ ڈریں جو رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اَمرِ (ادب) کی خلاف ورزی کر رہے ہیں کہ (دنیا میں ہی) انہیں کوئی آفت آ پہنچے گی یا (آخرت میں) ان پر دردناک عذاب آن پڑے گا"o

النور، 24 : 63

13۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام ایمان والوں کی جانوں سے زیادہ قریب قرار دیتے ہوئے فرمایا:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ.

"یہ نبیء (مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے زیادہ قریب اور حق دار ہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اَزواج (مطہرات) ان کی مائیں ہیں۔"

الأحزاب، 33 : 6

14۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاہد، مبشر، نذیر، داعی اور سراج منیر بنا کر بھیجا۔ اِرشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ○ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ○

الأحزاب، 33 : 45،46

”اے نبیء (مکرّم!) بے شک ہم نے آپ کو (حق اور خَلق کا) مشاہدہ کرنے والا اور (حُسنِ آخرت کی) خوش خبری دینے والا اور (عذابِ آخرت کا) ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے ○ اور اُس کے اِذن سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور منوّر کرنے والا آفتاب (بنا کر بھیجا ہے)○“

15۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِن بے مثال شانوں کو ایک دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ○ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ○

”بے شک ہم نے آپ کو (روزِ قیامت گواہی دینے کے لیے اَعمال و اَحوالِ اُمت کا) مشاہدہ فرمانے والا اور خوش خبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے ○ تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان (کے دین) کی مدد کرو اور ان کی بے حد تعظیم و تکریم کرو، اور (ساتھ) اللہ کی صبح و شام تسبیح کرو“ ○

الفتح، 48 : 8،9

16۔ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بہ طریقِ نعت یوں بیان فرمائی:

یٰس O وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ O إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ O

”یا سین (حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں o (حکمت سے معمور قرآن کی قَسم o بے شک آپ ضرور رسولوں میں سے ہیں“ o

یٰسین، 36 : 1 - 3

17۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًاO

”اے (حبیب!) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ ہے، پھر جس شخص نے بیعت کو توڑا تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی اپنی جان پر ہوگا اور جس نے (اس)

بات کو پورا کیا جس (کے پورا کرنے) پر اُس نے اللہ سے عہد کیا تھا تو وہ عن قریب اسے بہت بڑا اَجر عطا فرمائے گا‘‘o

الفتح، 48 : 10

18۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے اونچی آواز کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوسروں کی مثل پکارنے پر اَعمال کے ضائع ہو جانے کی وعید سناتے ہوئے فرمایا :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَO

الحجرات، 49 : 2

''اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبیء مکرّم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور اُن کے ساتھ اِس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے اَعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہو جائیں اور تمہیں (ایمان اور اَعمال کے برباد ہو جانے کا) شعور تک بھی نہ ہو''o

19۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے پست آواز رکھنے کو تقویٰ کا معیار قرار دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُوْلَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌO

''بے شک جو لوگ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں (اَدب و نیاز کے باعث) اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے چُن کر خالص کر لیا ہے، ان ہی کے لیے بخشش ہے اور اَجرِ عظیم ہے''o

الحجرات، 49 : 3

20۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واقعۂ معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُO

''وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرّب) بندے کو مسجدِ حرام سے (اس) مسجدِ اَقصیٰ تک لے گئ جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا ہے تاکہ ہم اس (بندۂ کامل) کو اپنی نشانیاں دکھائیں، بے شک وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے''O

بنی اسرائیل، 17 : 1

21۔ سورۃ النجم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعہ معراج کو تفصیلاً نہایت ہی حسین پیرایہ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى ٥ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى ٥ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى ٥ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى ٥ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى ٥ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَى ٥ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى ٥ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى ٥ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى ٥ فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى ٥ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى ٥ أَفَتُمَارُونَهُ عَلَى مَا يَرَى ٥ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى ٥ عِندَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى ٥ عِندَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَى ٥ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى ٥ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى ٥ لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى ٥

النجم، 53 : 1 - 18

”قسم ہے روشن ستارے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جب وہ (چشمِ زدن میں شبِ معراج اوپر جا کر) نیچے اُترے ٥ تمہیں (اپنی) صحبت سے نوازنے والے (یعنی تمہیں اپنے فیضِ صحبت سے صحابی بنانے والے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ (کبھی) راہ بھولے اور نہ (کبھی) راہ سے بھٹکے ٥ اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے ٥ اُن کا اِرشاد سَراسَر وحی ہوتی ہے جو انہیں کی جاتی ہے ٥ ان کو بڑی قوتوں والے (رب) نے (براہِ راست) علمِ (کامل) سے نوازا ٥ جو حسنِ مُطلق ہے، پھر اُس (جلوۂ حُسن) نے (اپنے) ظہور کا ارادہ

فرمایا o اور وہ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شبِ معراج عالمِ مکاں کے) سب سے اونچے کنارے پر تھے (یعنی عالَمِ خلق کی انتہاء پر تھے o (پھر وہ (ربّ العزّت اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوگیا o پھر (جلوۂ حق اور حبیبِ مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صِرف) دو کمانوں کی مقدار فاصلہ رہ گیا یا (اِنتہائے قرب میں) اس سے بھی کم (ہوگیا o (پس (اُس خاص مقامِ قُرب و وصال پر) اُس (اللہ) نے اپنے عبدِ (محبوب) کی طرف وحی فرمائی جو (بھی) وحی فرمائی) o اُن کے) دل نے اُس کے خلاف نہیں جانا جو (اُن کی) آنکھوں نے دیکھا o کیا تم ان سے اِس پر جھگڑتے ہو کہ جو انہوں نے دیکھا o اور بے شک انہوں نے تو اُس (جلوۂ حق) کو دوسری مرتبہ (پھر) دیکھا (اور تم ایک بار دیکھنے پر ہی جھگڑ رہے ہو o (سِدرۃ المنتہیٰ کے قریب o اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے o جب نورِ حق کی تجلیّات سِدرَۃ (المنتہیٰ) کو (بھی) ڈھانپ رہی تھیں جو کہ (اس پر) سایہ فگن تھیں o اور اُن کی آنکھ نہ کسی اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی (جس کو تکنا تھا اسی پر جمی رہی o (بے شک انہوں نے (معراج کی شب) اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں" o

22۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلقِ عظیم کو یوں بیان فرمایا:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ o

''اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزیّن اور اَخلاقِ الٰہیہ سے متصف ہیں'' o(

القلم، 68 : 4

23۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ oوَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ oوَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَO

''میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں) oاے حبیبِ مکرم!) اس لیے کہ آپ اس شہر میں تشریف فرماہیں) oاے حبیبِ مکرم! آپ کے) والد (آدم یا اِبراہیم علیہما السلام) کی قسم اور (اُن کی) قسم جن کی ولادت ہوئی'' o

البلد، 90 : 1 - 3

24۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور اور گیسوئے عنبریں کی قسموں اور چند دیگر خصائل کا تذکرہ یوں فرمایا:

وَالضُّحَى ○ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى ○ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى ○ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَى ○ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى ○ أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَى ○ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى ○ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَى ○ فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ○ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ○ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ○

)''اے حبیبِ مکرم!) قسم ہے چاشت (کی طرح آپ کے چہرۂ انور) کی (جس کی تابانی نے تاریک روحوں کو روشن کر دیا o(اور (اے حبیبِ مکرم!) قسم ہے سیاہ رات کی (طرح آپ کی زلفِ عنبریں کی) جب وہ (آپ کے رخِ زیبا یا شانوں پر) چھا جائے oآپ کے رب نے (جب سے آپ کو منتخب فرمایا ہے) آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی (جب سے آپ کو محبوب بنایا ہے) ناراض ہوا ہے oاور بے شک (ہر) بعد کی گھڑی آپ کے لیے پہلی سے بہتر (یعنی باعثِ عظمت و رفعت) ہے oاور آپ کا رب عنقریب آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے) oاے حبیب!) کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر اس نے (آپ کو معزز و مکرم) ٹھکانا دیا oاور اس نے آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ و گم پایا تو اس نے مقصود تک پہنچا دیا oاور اس نے آپ کو (وصالِ حق کا) حاجت

مند پایا تو اس نے (اپنی دید کی لذت سے نواز کر ہمیشہ کے لیے ہر طلب سے) بے نیاز کر دیا o سو آپ بھی کسی یتیم پر سختی نہ فرمائیں o اور (اپنے دَر کے) کسی منگتے کو نہ جھڑکیں o اور اپنے رب کی نعمتوں کا (خوب) تذکرہ کریں'' o

الضحیٰ، 93 : 1 - 11

25۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیرِ کثیر عطا کیے جانے کا ذکر یوں فرمایا:

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ O فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ O إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ O

الکوثر، 108 : 1 - 3

''بے شک ہم نے آپ کو (ہر خیر وفضیلت میں) بے انتہا کثرت بخشی ہے o پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کریں اور قربانی دیا کریں (یہ ہدیۂ تشکر ہے o (بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل اور بے نام ونشاں ہوگا'' o

قرآن حکیم کی مذکورہ بالا آیات سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف و فضیلت اور رِفعت و عظمت کا پہلو اُجاگر ہو رہا ہے جب کہ نعت کا موضوع بھی یہی قرار پاتا ہے۔ اگر کوئی اِعتراض کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت پڑھنا اور سننا (معاذ اللہ) ناجائز ہے تو یہ مندرجہ بالا آیات میں بیان کیے گئے مضمون کے اِنکار کے مترادف ہوگا۔

2۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی نعت سنی

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود محفلِ نعت منعقد فرماتے اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرماتے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں لکھے ہوئے قصائد پڑھ کر سنائیں۔ ان کے علاوہ بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی کا شرف حاصل ہوا۔ اِس ضمن میں وارِد چند روایات درج ذیل ہیں:

(1) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نعت سننا

1۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

كان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یضع لحسان منبراً فی المسجد یقوم علیہ قائماً یفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِو قالت : ینافح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد نبوی میں منبر رکھواتے، وہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق (کفار و مشرکین کے مقابلہ میں) فخریہ شعر پڑھتے یا فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرتے۔‘‘

حدیث شریف میں وارِد لفظ ’’کَانَ‘‘ اس امر کی خبر دیتا ہے کہ یہ واقعہ بار بار ہوا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں منبر پر بلاتے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں نعت پڑھتے اور کفار کی ہجو میں لکھا ہوا کلام سناتے۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و شوکت اور علو مرتبت کا پتہ چلتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آگے بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت پڑھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو کر فرماتے:

إن اللہ تعالی یؤیّد حسان بروح القدس ما یفاخر او ینافح عن رسول اللہ.

’’بے شک اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعے حسان کی مدد فرماتا ہے جب تک وہ اللہ کے رسول کے متعلق فخریہ اَشعار بیان کرتا ہے یا (اَشعار کی صورت میں) ان کا دفاع کرتا ہے۔‘‘

.1ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الأدب، باب فی إنشاد الشعر، 5 : 138، رقم: 2846

.2احمد بن حنبل، المسند، 6 : 72، رقم: 24481

.3حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 3 : 554، رقم: 6058

.4ابو یعلی، المسند، 8 : 189، رقم: 4746

2۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہے کہ اُنہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا:

إن روح القدس لایزال یؤیّدک ما نافحت عن اللہ ورسولہ.... ہجاہم حسان فشفی واشتفی.

"بے شک روح القدس (جبرئیل امین) تمہاری مدد میں رہتے ہیں جب تک تم اللہ اور اُس کے رسول کا دفاع کرتے ہو۔۔۔ حسان نے کافروں کی ہجو کی، (مسلمانوں کو) تشفی دی اور خود بھی تشفی پائی۔"

اور سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اَشعار پڑھے:

ہجوت محمداً فأجبت عنہ

وعند اللہ فی ذاک الجزاء

ہجوت محمداً برًّا تقیا

رسول اللہ شِیمَتُہ الوفاء

فإن إبی ووالدہ وعرضی

لعِرِض محمد منکم وِقَاءُ

)تو نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو میں اس کا جواب دیتا ہوں اور اِس (جواب) پر اللہ کے پاس جزا ہے۔ تو نے اس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے جو کہ نیک، پرہیزگار، اللہ کے رسول ہیں، وفا جن کی خصلت ہے۔ پس بے شک میرے والد، اور ان کے والد (یعنی میرے دادا) اور میری عزت وآبرو تمہارے مقابلے میں عزت و ناموسِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع کا ذریعہ ہے۔(

1. مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل حسان بن ثابت، 4 : 1936، رقم : 2490

2. بیہقی، السنن الکبری، 10 : 238

3. طبرانی، المعجم الکبیر، 4 : 38، رقم: 3582

4. حسان بن ثابت، دیوان: 20، 21

3۔ واقعۂ اِفک میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ بھی منافقین کے پراپیگنڈے کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہو گئے لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے ثناء خوانِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ کر انہیں معاف کر دیا اور فرمایا: حسان تو وہ ہے کہ جس نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ نعت پڑھی ہے:

فإن إبی ووالدہ وعرضی

لعِرض محمدٍ منکم وِقَاءُ

’’پس بے شک میرے والد، اور ان کے والد (یعنی میرے دادا) اور میری عزت وآبرو (اے کفار!) تمہارے مقابلے میں عزت و ناموسِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع کا ذریعہ ہیں۔‘‘

1. بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب حدیث الإفک، 4 : 1518، رقم: 3910

2. مسلم، الصحیح، کتاب التوبۃ، باب فی حدیث الإفک وقبول توبۃ القاذف، 4 : 2137، رقم: 2770

3. احمد بن حنبل، المسند، 6 : 197

4.نسائی، السنن الکبری، 5 : 296، رقم: 8931

5.ابو یعلی، المسند، 8 : 341، رقم: 4933

6.حسان بن ثابت، دیوان: 21

4۔ حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

یا حسان! اِجب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللّٰھم اِیّدہ بروح القدس.

’’اے حسان! اللہ کے رسول کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے (کفار کو) جواب دو، اے اللہ! اِس کی روح الامین کے ذریعے مدد فرما۔‘‘

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

.1 بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب ہجاء المشرکین، 5 : 2279، رقم: 5800

.2 بخاری، الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب الشعر فی المسجد، 1 : 173، رقم: 442

.3 مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل حسان بن ثابت، 4 : 1933، رقم: 2485

.4 نسائی، السنن الکبری، 6 : 51، رقم: 10000

.5 ابو یعلی، المسند، 10 : 411، رقم: 6017

.6 بیہقی، السنن الکبری، 10 : 237

.7 طبرانی، المعجم الأوسط، 1 : 208، رقم: 668

5۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اهجهم او قال: هاجهم وجبريل معك.

(”اے حسان! جو لوگ میرے گستاخ اور بے ادب ہیں تم نعت میں) اُن کی ہجو اور گستاخانہ کلمات کا جواب دو۔ (اِس کام میں) جبرائیل بھی تمہارے مددگار ہیں۔“

.1 بخاری، الصحيح، كتاب الأدب، باب هجاء المشركين، 5 : 2279، رقم: 5801

.2 بخاری، الصحيح، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة، 3 : 1176، رقم: 3041

.3 بخاری، الصحيح، كتاب المغازی، باب مرجع النبی من الأحزاب و مخرجه إلی بنی قريظة، 4 : 1512، رقم: 3897

.4 مسلم، الصحيح، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت، 4 : 1933، رقم: 2486

.5 اِحمد بن حنبل، المسند، 4 : 302

.6 طيالسی، المسند، 1 : 99، رقم: 730

.7 بيهقی، السنن الكبری، 10 : 237

.8 طبرانی، المعجم الكبير، 4 : 41، رقم: 3588

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کتنی دیر اپنا حمدیہ اور نعتیہ کلام بارگاہِ رِسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سناتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راحت پہنچاتے رہے۔

(2) حضرت اَسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے نعت سننا

حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے بارگاہِ رِسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا:

يارسول الله! إني قد مدحت الله بمدحة ومدحتك بأخرى.

”یارسول اللہ! بے شک میں نے ایک قصیدہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی ہے اور دوسرے قصیدہ میں آپ کی نعت بیان کی ہے۔“

اِس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ہات وابدا بمدحۃ اللہ عزوجل.

.1 اِحمد بن حنبل، المسند، 4 : 24، رقم: 16300

.2 ابن اِبی شیبۃ، المصنف، 6 : 180

.3 طبرانی، المعجم الکبیر، 1 : 287، رقم: 842

.4 بیہقی، شعب الاِیمان، 4 : 89، رقم: 4365

’’آؤ اور اللہ تعالیٰ کی حمد سے اِبتداء کرو۔‘‘

(3) حضرت عبد اللہ بن رَوَاحہ رضی اللہ عنہ سے نعت سننا

1۔ حضرت ہیثم بن ابی سنان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وعظ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمارہے تھے کہ تمہارا بھائی عبد اللہ بن رواحہ بالکل لغویات نہیں کہتا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے درج ذیل اَشعار بیان کیے :

وفینا رسول اللہ یتلو کتابہ

إذا انشقّ معروف من الفجر ساطع

ارانا الہدی بعد العمی فقلوبنا

بہ موقنات ان ما قال واقع

یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ

إذا استثقلت بالمشرکین المضاجع

)اور ہمارے درمیان اللہ کے رسول ہیں جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں، جب کہ فجر طلوع ہوتی ہے۔ انہوں نے ہمیں ہدایت کا راستہ دکھایا اس کے بعد کہ ہم جہالت کی تاریکی میں تھے، چنانچہ ہمارے دل یقین کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے کہا وہ ہو کر رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں رات گزارتے ہیں کہ بستر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلو جدا ہوتا ہے، جب کہ مشرکین کے بستر ان کی وجہ سے بوجھل ہوتے ہیں یعنی ان کی نیندیں اڑ جاتی ہیں۔"

.1 بخاری، الصحیح، کتاب الجمعة، باب فضل من تعار من اللیل فصلی، 1 : 387، رقم : 1104

.2 بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب ہجاء المشرکین، 5 : 2278، رقم: 5799

.3 بخاری، التاریخ الکبیر، 8 : 212، رقم: 2754

.4 بخاری، التاریخ الصغیر: 23، رقم: 71

.5 احمد بن حنبل، المسند، 3 : 451

.6 بیہقی، السنن الکبریٰ، 10 : 239

.7 ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 3 : 465

2۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرۂ قضاء کے موقع پر مکہ مکرمہ داخل ہوئے تو عبد اللہ بن رواحہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے آگے چلتے ہوئے بلند آواز سے کہہ رہے تھے:

خلّوا بنی الکفار عن سبیلہ

الیوم نضربکم علی تنزیلہ

ضربًایزیل الہام عن مقیلہ

ویذہل الخلیل عن خلیلہ

)اے اولادِ کفار! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ چھوڑ دو، آج ہم تمہیں حکمِ قرآن کی مار ماریں گے۔ ایسی مار جو کھوپڑی کو اپنی جگہ سے دور کردے گی، اور دوست کو دوست سے جدا کردے گی۔"

اِس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا:

یاابن رواحۃ! بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفی حرم اللہ تقول الشّعر؟

"اے ابن رواحہ! تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اور اللہ کے حرم میں شعر کہہ رہے ہو؟"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سوال سنا تو اُن سے فرمایا:

خل عنہ یا عمر! فلھی إسرع فیھم من نضح النبل.

’’اے عمر! اِسے کہنے دو، یہ اَشعار ان کفار (کے دلوں) پر تیر برسانے سے بھی زیادہ تیز ہیں۔‘‘

1۔ ترمذی نے ’’الجامع الصحیح (کتاب الادب، باب ما جاء فی انشاد الشعر، 5 : 139، رقم : 2847)‘‘ میں اِس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

2۔ نسائی، السنن، کتاب مناسک الحج، باب انشاد الشعر فی الحرم، 5 : 202، رقم: 2873

3۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، 13 : 151

(4) حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مجمع عام میں نعتیہ اَشعار سننا

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں : ایک رات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ خیبر کی طرف جارہے تھے۔ قافلہ میں سے کسی شخص نے میرے بھائی عامر بن اکوع سے کہا کہ آج آپ ہمیں اپنا کوئی کلام سنائیں۔ وہ اونٹ سے اُترے اور یہ شعر پڑھنے لگے :

اللّٰھم ! لولا انت ما اہتدینا

ولا تصدّقنا ولا صلّینا

فاغفر فداء لک ما اتّقینا

وثبّت الأقدام إن لاقینا

)اے ہمارے پروردگار ! اگر تو (اپنا محبوب ہمارے درمیان بھیج کر) ہمارے شاملِ حال نہ ہوتا تو ہم ہر گز ہدایت پا سکتے نہ ہم صدقہ و خیرات کرتے اور نہ نماز قائم کر سکتے۔ میں تجھ پر فدا ! تو ہماری خطائیں معاف فرما جب تک ہم تقویٰ اِختیار کیے ہوئے ہیں اور جب دشمن سے ہمارا سامنا ہو تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔“

یہ سن کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من ہذا السائق؟

”یہ اونٹنی چلانے والا (اور میری نعت کہنے والا) کون ہے؟“

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ عامر بن اکوع ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہو کر دعا دیتے ہوئے فرمایا:

یرحمہ اللہ.

”اللہ تعالیٰ اُس پر رحمت نازل فرمائے۔“

1. بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، 4 : 1537، رقم: 3960

2. بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب مایجوز من الشّعر، 5 : 2277، رقم: 5796

3. مسلم، الصحیح، کتاب الجہاد، باب غزوۃ خیبر، 3 : 1428، رقم: 1802

4. ابو عوانہ، المسند، 4 : 314، رقم: 6830

5. بیہقی، السنن الکبریٰ، 10 : 227

6. طبرانی، المعجم الکبیر، 7 : 32، رقم: 6294

یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ مبارکہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعت سن کر اپنے ثناء خواں کے حق میں دعا کرتے اور انہیں اپنی توجہات اور فیوضات سے مالا مال کرتے۔

5۔ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے نعت سننا

حضرت خریم بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غزوۂ تبوک سے واپسی پر حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تو میں نے عباس بن عبد المطلب کو یہ کہتے ہوئے سنا: یا رسول اللہ! میں آپ کی مدح کرنا چاہتا ہوں۔ اُن کے اِظہارِ خواہش پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قل، لا یفضض اللہ فاک.

’’کہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے منہ کی مہر نہ توڑے (یعنی آپ کے دانت سلامت رہیں)۔‘‘

پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اَقدس میں درج ذیل نعتیہ اَشعار کہے:

من قبلہا طبت فی الظلال وفی

مستودع حیث یخصف الورق

)جب حضرت آدم علیہ السلام (اور حضرت حوا علیہا السلام) اپنے اپنے جسموں کو (جنت میں) پتوں سے ڈھانپ رہے تھے۔ اُس وقت سے بھی بہت پہلے آپ صلی اللہ علیک وآلک وسلم جنت کے سایوں اور اپنی والدہ ماجدہ کے رحم میں بھی پاکیزہ تھے۔ (

ثم ہبطت البلاد لا بشر

إنت ولا مضغة ولا علق

(اُن کے جنت سے زمین پر اتارے جانے کے بعد) آپ صلی اللہ علیک وآلک وسلم بھی اُن کے ہمراہ زمین پر تشریف لے آئے جب کہ آپ صلی اللہ علیک وآلک وسلم نہ تو قبل ازیں بشری صورت میں تھے اور نہ ہی گوشت اور علق کی حالت میں۔)

بل نطفۃ ترکب السفین وقد

إلجم نسرا واہلہ الغرق

(بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کی مبارک پشت میں ایک تولیدی قطرہ کی حالت میں کشتی میں سوار تھے جب (دریا کے) غرق نے نسر (بت) اور اس کی پرستش کرنے والوں کو لگام دی تھی (یعنی طوفان کے باعث منکرینِ نوح غرق ہوگئے تھے)۔

تنقل من صالب إلی رحم

إذا مضی عالم بدا طبق

)آپ صلی اللہ علیک وآلک وسلم مقدس اَصلاب سے پاکیزہ اَرحام کی جانب منتقل ہوتے رہے۔جب ایک دور گزرتا تو دوسرا شروع ہو جاتا۔(

حتی احتوی بیتك المہیمن من

خندف علیاء تحتہا النطق

) یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیک وآلک وسلم کا مبارک شرف جو آپ کے فضل پر گواہ ہے قبیلہ خندف (قریش) کے نسب کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوا (جب کہ دوسرے تمام لوگ آپ کے اِس مقام سے نیچے ہیں)۔

واِنت لما ولدت اِشرقت الاٴ

رض وضاءت بنورك الاٴفق

)اور جب آپ (سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں) بزم آرائے جہاں ہوئے تو آپ کی تشریف آوری کے باعث زمین پُر نور ہو گئی اور فضائیں جگمگا اٹھیں۔(

فنحن فی ذلک الضیاء وفی

النور وسبل الرشاد نخترق

)ہم آپ صلی اللہ علیک وآلک وسلم کی ضیاء پاشی اور نورانیت کے صدقے ہی تو راہِ ہدایت پر گامزن ہیں۔(

1. حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 3 : 369، 370، رقم: 5417
2. طبرانی، المعجم الکبیر، 4 : 213، رقم: 4167
3. ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، 1 : 54
4. ابن اثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، 2 : 165، 166
5. ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، 8 : 218
6. احمد بن زینی دحلان، السیرۃ النبویۃ، 1 : 46

. 7نبہانی، الأنوار المحمدیۃ من المواہب اللدنیۃ: 25

(6) حضرت کعب سے نعت سننا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُنہیں چادر عطا فرمانا

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں: کعب بن زہیر بن ابوسلمیٰ بھاگ کر مدینہ منورہ آئے تو قبیلہ جہینہ کے ایک شناسا شخص کے پاس رات ٹھہرے، نمازِ فجر کے وقت وہ انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لے گئے تو انہوں نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ کسی نے انہیں بتایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پس تو ان کے پاس جا کر اَمان طلب کر۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں دے دیا۔ پھر عرض کیا: یارسول اللہ! بے شک کعب بن زہیر تائب اور مسلمان ہو کر آپ سے امان طلب کرنے آیا ہے، اگر میں اسے آپ کے حاضر خدمت کروں تو کیا آپ اس کی معافی قبول فرمائیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں، تو اس نے عرض کیا کہ میں ہی کعب بن زہیر ہوں۔ یہ سنتے ہی ایک انصاری شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے حکم دیجیے کہ میں اس دشمنِ خدا کی گردن اتار دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، بے شک وہ اپنی (گزشتہ) حالت سے تائب ہو کر اور چھٹکارا پا کر آیا ہے۔ پھر انہوں نے قصیدہ بانت سعاد پڑھا:

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول

متیم إثرہالم یفد مکبول

(معشوقہ کی جدائی میں میرا دل بیمار ہے، ذلیل وغلام بنا ہوا اس کے ساتھ ساتھ ہے جو فدیہ دے کر چھوٹ نہ سکا۔)

اس قصیدہ میں انہوں نے یہ شعر بھی پڑھا:

إنبئت إن رسول اللہ إوعدنی

والعفو عند رسول اللہ مأمول

(مجھے خبر دی گئی کہ بے شک رسول اللہ نے میرے لیے وعید فرمائی ہے، حالاں کہ رسول اللہ سے عفو و در گزر کی امید کی جاتی ہے۔)

پھر انہوں نے یہ شعر بھی پڑھا:

إن الرسول لنور يستضاء به

وصارم من سيوف الله مسلول

)بے شک یہ رسول نور ہیں جن سے روشنی اَخذ کی جاتی ہے، اور اللہ کی شمشیروں میں سے برہنہ شمشیر ہیں۔(

1. حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 3 : 670 - 673، رقم: 6477
2. طبرانی، المعجم الکبیر، 19 : 157 - 159، رقم: 403
3. بیہقی، السنن الکبری، 10 : 243
4. ابن إسحاق، السیرۃ النبویۃ: 591 - 594
5. ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: 1011 - 1021
6. ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، 9 : 393
7. ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 3 : 582 - 588

ابن قانع بغدادی (م 351ھ) روایت کرتے ہیں کہ کعب نے یہ شعر پڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں چادر عنایت فرمائی:

فكساه النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بردۃ له، فاشتراها معاویۃ من ولده بمال، فهی البردۃ التی تلبسها الخلفاء فی الأعیاد.

”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں چادر مبارک عطا فرمائی جسے معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اولاد سے مال کے بدلہ خرید لیا، یہی وہ چادر تھی جسے خلفاء عیدوں کے موقع پر پہنتے تھے۔“

1. ابن قانع، معجم الصحابة، 12 : 4466، رقم: 1657

2. ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: 463، رقم: 813

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ نعت سن کر نعت خواں کو نذرانہ کے طور پر کچھ دینا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔

(7) حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ سے نعت سننا

حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دو سو (200) اَشعار پر مشتمل طویل قصیدہ پڑھا۔ جب انہوں نے درج ذیل اَشعار پڑھے:

ولا خیر فی حلم إذا لم یکن لہ

بوادر تحمی صفوہ إن یکدرا

ولا خیر فی جہل إذا لم یکن لہ

حلیم إذا ما إورد الأمر إصدرا

)اس حلم میں کوئی خیر نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ غصہ کی گرمی نہ ہو جو اس کے صاف ہونے کو گدلا ہونے سے بچائے، اور اس جہالت میں کوئی خیر نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ کوئی حلم والا نہ ہو جو کوئی معاملہ (بد) پیش آنے پر (اس سے) روکے۔

تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے دعا دیتے ہوئے فرمایا:

لا یفضض اللہ فاک.

”اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کی مہر نہ توڑے (یعنی تمہارے دانت سلامت رہیں)۔“

راوی بیان کرتے ہیں:

وکان من إحسن الناس ثغراً، وکان إذا سقطت لہ سن نبتت.

”اُن کے دانت سب لوگوں سے اچھے تھے اور جب اُن کا کوئی دانت گرتا تو اس کی جگہ دوسرا نکل آتا۔“

1. حارث، المسند، 2 : 844، رقم : 894
2. ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، 8 : 126
3. ابن حیان، طبقات المحدثین باصبہان، 1 : 274، رقم : 11
4. ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، 4 : 1516، رقم : 2648
5. ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : 462، 463، رقم : 812
6. ابن اثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، 5 : 276 - 278
7. عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، 6 : 394، رقم : 8645

اس حدیث شریف میں حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ نے کنایہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت بیان کی ہے۔ پہلے مصرعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ”حلم اور جلالت“ کو ملانے کا مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراپا حلم ہیں اور وہ ڈھال بن کر پیکرِ حلم و وقار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفادار رہیں گے، جب

کہ دوسرے مصرع میں ''جہالت کو حلم والے کے ساتھ'' ملا کر اپنی تواضع اور اِنکساری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اسے ہر قسم کی آفات اور مصائب وآلام سے بچا سکتے ہیں۔ اس طرح انہوں نے کنایتاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی کی ہے جس سے خوش ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دعا دی۔

(8) اَنصار کی بچیوں کی دف پر نعت خوانی

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اِنصارِ مدینہ کی بچیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے موقع پر دف بجا کر ایک قصیدہ گایا جس کے درج ذیل اَشعار شہرتِ دوام پا گئے ہیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا

مِنْ ثَنِيّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَيْنَا

مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعٍ

اَیُّہَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا

جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

) ہم پر وداع کی چوٹیوں سے چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا، جب تک لوگ اللہ کو پکارتے رہیں گے ہم پر اس کا شکر واجب ہے۔ اے ہم میں مبعوث ہونے والے نبی! آپ ایسے اَمر کے ساتھ تشریف لائے ہیں جس کی اِطاعت کی جائے گی۔ (

1. ابن ابی حاتم رازی، الثقات، 1 : 131

2. ابن عبد البر، التمہید لما فی الموطا من المعانی والأسانید، 14 : 82

3. ابو عبید اندلسی، معجم ما استعجم من اسماء البلاد والمواضع، 4 : 1373

4. محب طبری، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، 1 : 480

5. بیہقی، دلائل النبوۃ و معرفۃ احوال صاحب الشریعۃ، 2 : 507

6. ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 2 : 583

7. ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 3 : 620

.8ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 7 : 261

.9ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 8 : 129

.10قسطلانی، المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، 1 : 634

.11زرقانی، شرح المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، 4 : 100، 101

.12اِحمد بن زینی دحلان، السیرۃ النبویۃ، 1 : 323

(9)امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کو نعتیہ قصیدہ لکھنے پر بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چادر اور شفایابی کا تحفہ عطا ہوا صاحبِ ''قصیدہ بردہ'' امام شرف الدین بوصیری (608۔696ھ) کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ وہ اپنے زمانے کے متبحر عالمِ دین، شاعر اور شہرۂ آفاق ادیب تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا جن کی بناء پر اُمراء وسلاطینِ وقت آپ کی بہت قدر کرتے تھے۔ ایک روز جارہے تھے کہ سرِ راہ ایک نیک بندۂ خدا سے آپ کی ملاقات ہو گئی، انہوں نے آپ سے پوچھا: بوصیری! کیا تمہیں کبھی خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہے؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا لیکن اس بات نے ان کی کایا پلٹ دی اور دل میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق و محبت کا جذبہ اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال میں مستغرق رہنے لگے۔
اِسی دوران میں آپ نے چند نعتیہ اَشعار بھی کہے۔

پھر اچانک ان پر فالج کا حملہ ہوا جس سے ان کا آدھا جسم بیکار ہو گیا، وہ عرصہ دراز تک اس عارضہ میں مبتلا رہے اور کوئی علاج کار گر نہ ہوا۔ اس مصیبت و پریشانی کے عالم میں امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں خیال گزرا کہ اس سے پہلے تو دنیاوی حاکموں اور بادشاہوں کی قصیدہ گوئی کرتا رہا ہوں کیوں نہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر اپنی اس مرضِ لادوا کے لیے شفاء طلب کروں؟ چنانچہ اس بیماری کی حالت میں قصیدہ لکھا۔ رات کو سوئے تو مقدر بیدار ہو گیا اور خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ عالم خواب میں پورا قصیدہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پڑھ کر سنایا۔ امام بوصیری کے اس کلام سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس درجہ خوش ہوئے کہ اپنی چادر مبارک ان پر ڈالی اور اپنا دستِ شفاء پھیرا جس سے دیرینہ بیماری کے اثرات جاتے رہے اور وہ فوراً تندرست ہو گئے۔ اگلی صبح جب آپ اپنے گھر سے نکلے تو سب سے پہلے جس شخص سے آپ کی ملاقات ہوئی وہ اس زمانے کے مشہور بزرگ حضرت شیخ ابوالرجاء تھے۔ انہوں نے امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کو روکا اور درخواست کی کہ وہ قصیدہ جو انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں لکھا ہے انُہیں بھی سنائیں۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کون سا قصیدہ؟ انہوں نے کہا: وہی قصیدہ جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

اِمن تذکر جیران بذی سلم

مزجت دمعاجری من مقلۃ بدم

) کیا تونے ذی سلم کے پڑوسیوں کو یاد کرنے کی وجہ سے گوشۂ چشم سے بہنے والے آنسو کو خون سے ملا دیا ہے؟ (

آپ کو تعجب ہوا اور پوچھا کہ اس کا تذکرہ تو میں نے ابھی تک کسی سے نہیں کیا، پھر آپ کو کیسے پتہ چلا؟ انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم جب آپ یہ قصیدہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشی کا اظہار فرما رہے تھے تو میں بھی اسی مجلس میں ہمہ تن گوش اسے سن رہا تھا۔ اس کے بعد یہ واقعہ مشہور ہو گیا اور اس قصیدہ کو وہ شہرتِ دوام ملی کہ آج تک اس کا تذکرہ زبان زدِ خاص و عام ہے اور اس سے حصولِ برکات کا سلسلہ جاری ہے۔

قصیدہ بردہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام بوصیری رحمۃاللہ علیہ سے خوش ہو کر اپنی چادر مبارک ان کے بیمار جسم پر ڈالی اور اپنا دست شفاء

پھیرا جس کی برکت سے وہ فوراً شفاء یاب ہوگئے۔ لہٰذا اس چادرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے اس قصیدہ کا نام ''قصیدہ بردہ'' مشہور ہوا۔

خرپوتی، عصیدۃ الشھدۃ شرح قصیدۃ البردۃ: 3 - 5

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثناء خوان صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی فہرست بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت گوئی اور نعت خوانی کا شرف حاصل ہوا۔ اِمام التابعین محمد ابن سیرین (م 110ھ) عہدِ نبوی کے نعت گو شعراء میں سے چند کا ذکر یوں کرتے ہیں:

کان شعراء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: حسان بن ثابت، وکعب بن مالک، وعبد اللہ بن رواحۃ، فکان کعب بن مالک یخوّفھم الحرب، وکان حسان یقبل علی الانساب، وکان عبد اللہ بن رواحۃ یعیّرھم بالکفر.

''حضرت حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنھم کا شمار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شعراء میں ہوتا تھا۔ پس حضرت کعب بن مالک

رضی اللہ عنہ دشمنانِ رسول کو جنگ سے ڈراتے، اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ اُن کے نسب پر طعن زنی کرتے، اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ انہیں کفر کا (طعنہ دے کر) شرم دلاتے تھے۔''

ابن اثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، 4 : 461

علامہ ابن جوزی (510۔597ھ) نے بھی شاعر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں سے چند کا ذکر کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں :

وقد انشدہ جماعۃ، منھم العباس وعبداللہ بن رواحۃ، وحسّان، وضمار، واسد بن زنیم، وعائشۃ، فی خلق کثیر قد ذکرتھم فی کتاب الأشعار.

''بہت سے لوگوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (نعتیہ) اَشعار سنائے، جن میں حضرت عباس، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت حسان، حضرت ضمار، حضرت اَسد بن زنیم، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھم اور بہت سے دیگر صحابہ شامل ہیں جو شاعری کے دیوان میں مذکور ہیں۔''

ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : 463

ذیل میں ثناء خوانِ مصطفیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے اَسمائے گرامی درج کیے جاتے ہیں :

1۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ (م 32ھ)

.1حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 3 : 369، 370، رقم : 5417
.2طبرانی، المعجم الکبیر، 4 : 213، رقم : 4167
.3ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : 463
.4ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، 1 : 54
.5ابن اِثیر، اِسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، 2 : 165، 166
.6ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، 8 : 218
.7اِحمد بن زینی دحلان، السیرۃ النبویۃ، 1 : 46

.8نبہانی، الأنوار المحمدیۃ من المواہب اللدنیۃ : 25

2۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (م 3ھ)

.1ابن اسحاق، السیرۃ النبویۃ: 212، 213

.2ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: 503، 504

3۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت ابو طالب (م 10 نبوی)

.1بخاری، الصحیح، کتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الامام الاستسقاء إذا قحطوا، 1 : 342، رقم: 963

.2ابن ماجہ، السنن، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب ماجاء فی الدعاء فی الاستسقاء، 1 : 405، رقم: 1272

.3احمد بن حنبل، المسند، 2 : 93

.4بیہقی، السنن الکبری، 3 : 352

.5ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: 246. 253

.6 بیہقی، دلائل النبوۃ و معرفۃ احوال صاحب الشریعۃ، 6 : 142، 143

.7 ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 4 : 471، 472

4۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (م 13ھ)

ابو زید قرشی، جمہرۃ اشعار العرب: 10

5۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (م 23ھ)

ابو زید قرشی، جمہرۃ اشعار العرب: 10

6۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (م 35ھ)

اِبوزید قرشی، جمہرۃ اِشعار العرب : 10

7۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ (م 40ھ)

اِبوزید قرشی، جمہرۃ اِشعار العرب : 10

8۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (م 58ھ)

ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : 463

9۔ سیدہ کائنات فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا (م 11ھ)

1. بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ووفاتہ، 4 : 1619، رقم : 4193

.2ابن ماجه، السنن، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 2 : 103، رقم: 1630

.3نسائی، السنن، کتاب الجنائز، باب فی البکاء علی المیت، 4 : 12، رقم: 1844

.4احمد بن حنبل، 3 : 197، رقم: 13054

.5دارمی، السنن: 56، رقم: 88

.6ابن حبان، الصحیح، 14 : 591، 592، رقم: 6622

.7حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 1 : 537، رقم: 1408

.8حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 3 : 61، رقم: 4396

.9طبرانی، المعجم الکبیر، 22 : 416، رقم: 1029

.10ابن سعد، الطبقات الکبری، 2 : 311

.11ذہبی، تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والأعلام (السیرۃ النبویۃ)، 1 : 562

.12ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 4 : 254

10۔ سیدہ صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہما (م 20ھ)

حافظ شمس الدین بن ناصر دمشقی، مورد الصادی فی مولد الهادی

11۔ شیما بنت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

عسقلانی، الإصابۃ فی تمیيز الصحابۃ، 7 : 165، 166، رقم: 11378

12۔ حضرت ابو سفیان بن الحارث (ابن عم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

1. ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، 4 : 1675
2. ابن اثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الأصحاب، 6 : 142، 143

13۔ حضرت عبد اللہ بن رَوَاحہ رضی اللہ عنہ (م 8ھ)

1. بخاری، الصحیح، کتاب الجمعۃ، باب فضل من تعار من اللیل فصلی، 1 : 387، رقم: 1104

.2بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب ہجاء المشرکین، 5 : 2278، رقم: 5799

.3ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الأدب، باب ما جاء فی إنشاد الشعر، 5 : 139، رقم: 2847

.4نسائی، السنن، کتاب مناسک الحج، باب إنشاد الشعر فی الحرم، 5 : 202، رقم: 2873

.5بخاری، التاریخ الکبیر، 8 : 212، رقم: 2754

.6بخاری، التاریخ الصغیر: 23، رقم: 71

.7احمد بن حنبل، المسند، 3 : 451

.8بیہقی، السنن الکبری، 10 : 239

.9ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: 463

.10ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 3 : 465

.11قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، 13 : 151

14۔ حضرت کعب بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ (م 51ھ)

ابن ابی عاصم، الآحاد والمثانی: 663، رقم: 1171

15۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (م40ھ)

1. بخاری، الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب الشعر فی المسجد، 1 : 173، رقم: 442

2. بخاری، الصحیح، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، 3 : 1176، رقم: 3041

3. بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب من احب ان لا یسب نسبہ، 3 : 1299، رقم: 3338

4. بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب مرجع النبی من الاحزاب و مخرجہ الی بنی قریظۃ، 4 : 1512، رقم: 3897

5. بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، 4 : 1518، رقم: 3910

6. بخاری، الصحیح، کتاب الادب، باب ہجاء المشرکین، 5 : 2279، رقم: 5800، 5801

7. مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل حسان بن ثابت، 4 : 1933، رقم: 2485، 2486

.8مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل حسان بن ثابت، 4 : 1936، رقم : 2490

.9مسلم، الصحیح، کتاب التوبۃ، باب فی حدیث الإفک وقبول توبۃ القاذف، 4 : 2137، رقم: 2770

.10ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الأدب، باب فی إنشاد الشعر، 5 : 138، رقم: 2846

16۔ حضرت زہیر بن صُرد الجشمی رضی اللہ عنہ

.1ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، 2 : 97، 98، رقم: 723

.2ابن اثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الأصحاب، 2 : 325، رقم: 1769

17۔ حضرت عباس بن مرداس السلمی رضی اللہ عنہ

.1ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: 949، 977

.2ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، 2 : 362. 364، رقم: 1387

.3ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 3 : 547 . 553

18۔ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ (صاحبِ قصیدہ بانت سعاد)

.1حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 3 : 670 . 673، رقم: 6477

.2طبرانی، المعجم الکبیر، 19 : 157 . 159، رقم: 403

.3بیہقی، السنن الکبری، 10 : 243

.4ابن إسحاق، السیرۃ النبویۃ: 591 . 594

.5ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: 1011 . 1020

.6ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، 9 : 393

.7ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: 463، رقم: 813

.8ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 3 : 582 . 588

19۔ حضرت عبداللہ بن الزِّبَعْری رضی اللہ عنہ

1. ابن إسحاق، السیرۃ النبویۃ: 536
2. ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: 942، 943
3. ابن اثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، 3 : 239، 240، رقم: 2946

20۔ حضرت ابو عزہ الجُمحی رضی اللہ عنہ

ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: 555

21۔ حضرت قتیلہ بنت الحارث القرشیہ رضی اللہ عنہ

ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: 635، 636

22۔ حضرت مالک بن نمط الہمدانی رضی اللہ عنہ

1. ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: 1089
2. ابن اثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، 5 : 46، 47، رقم: 4651

23۔ حضرت انس بن زنیم رضی اللہ عنہ (اناس بن زنیم)

1. ابن اسحاق، السیرۃ النبویۃ: 539، 540
2. ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: 947
3. ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: 463

24۔ حضرت اَصید بن سلمہ السلمی رضی اللہ عنہ

1. ابن اثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، 1 : 253، 254، رقم: 191
2. عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، 1 : 85، 86، رقم: 211

25۔ رئیسِ ہوازن حضرت مالک بن عوف النصری رضی اللہ عنہ

ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: 1002، 1003

26۔ حضرت قَیس بن بجر الاشجعی رضی اللہ عنہ

1. ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: 760، 761

2. ابن اِثیر، اِسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، 4 : 394، رقم: 4327

27۔ حضرت عمرو بن سُبَیع الرہاوی رضی اللہ عنہ

ابن اِثیر، اِسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، 4 : 214، 215، رقم: 3932

28۔ حضرت نابغہ الجعدی رضی اللہ عنہ (م70ھ(

.1ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، 4 : 1516، رقم: 2648

.2ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: 462، 463، رقم: 812

.3ابن اثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، 5 : 276. 278، رقم: 5162

29۔ حضرت مازن بن الغضوبہ الطائی رضی اللہ عنہ

.1ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، 3 : 1344

.2ابن اثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، 5 : 4، رقم: 4553

.3عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، 5 : 21، 22، رقم: 7584

30۔ حضرت الاعشی المازنی رضی اللہ عنہ

1. ابن سعد، الطبقات الکبری، 7 : 53
2. ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، 1 : 229، رقم : 159
3. ابن اثیر، اسد الغابة فی معرفة الصحابة، 1 : 256، 257، رقم : 196

31۔ حضرت فَضَالہ اللَّیثی رضی اللہ عنہ

1. فاکہی، اخبار مکة فی قدیم الدہر وحدیثہ، 2 : 222، 223
2. ابن اثیر، اسد الغابة فی معرفة الصحابة، 4 : 347، رقم : 4233
3. عسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة، 4 : 346، رقم : 6999

32۔ حضرت عمرو بن سالم الخزاعی رضی اللہ عنہ

1. بیہقی، السنن الکبری، 9 : 233
2. ابن ہشام، السیرة النبویة : 923

.3ابن اثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، 4 : 212، 213، رقم: 3929

33۔ حضرت اَسید بن ابی اُناس الکنانی

ابن اثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، 1 : 236، رقم: 161

34۔ حضرت عمرو بن مُرّہ الجہنی رضی اللہ عنہ

ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 2 : 288، 289، 327

35۔ حضرت قیس بن بحر الاشجعی رضی اللہ عنہ

ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: 761

36۔ حضرت عبداللہ بن حارث بن قیس رضی اللہ عنہ

1. ابن اسحاق، السیرۃ النبویۃ: 254

2. ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: 293

37۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ

حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، 1 : 104

38۔ حضرت ابو احمد بن جحش رضی اللہ عنہ

1. ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: 407، 408

2. ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 2 : 522

39۔ حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ

1. سہیلی، الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، 2 : 322
2. ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 2 : 570

40۔ حضرت اَسود بن سریع رضی اللہ عنہ

1. احمد بن حنبل، المسند، 4 : 24، رقم: 16300
2. ابن ابی شیبۃ، المصنف، 6 : 180
3. طبرانی، المعجم الکبیر، 1 : 287، رقم: 842
4. بیہقی، شعب الایمان، 4 : 89، رقم: 4365

41۔ حضرت عامر بن اَکوع رضی اللہ عنہ

.1 بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، 4 : 1537، رقم: 3960

.2 بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب ما یجوز من الشّعر، 5 : 2277، رقم: 5796

.3 مسلم، الصحیح، کتاب الجہاد، باب غزوۃ خیبر، 3 : 1428، رقم: 1802

.4 ابو عوانہ، المسند، 4 : 314، رقم: 6830

.5 بیہقی، السنن الکبری، 10 : 227

.6 طبرانی، المعجم الکبیر، 7 : 32، رقم: 6294

42۔ حضرت اُم معبد عاتکہ بن خالد الخزاعی رضی اللہ عنہا

ابن سعد، الطبقات الکبری، 1 : 230، 231

43۔ دخترانِ مدینہ

.1 ابن ابی حاتم رازی، الثقات، 1 : 131

2. ابن عبد البر، التمہید لما فی الموطا من المعانی والأسانید، 14 : 82
3. ابو عبید اندلسی، معجم ما استعجم من اسماء البلاد والمواضع، 4 : 1373
4. محب طبری، الریاض النضرة فی مناقب العشرة، 1 : 480
5. بیہقی، دلائل النبوة و معرفة احوال صاحب الشریعة، 2 : 507
6. ابن کثیر، البدایة والنہایة، 2 : 583
7. ابن کثیر، البدایة والنہایة، 3 : 620
8. ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 7 : 261
9. ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 8 : 129
10. قسطلانی، المواہب اللدنیة بالمنح المحمدیة، 1 : 634
11. زرقانی، شرح المواہب اللدنیة بالمنح المحمدیة، 4 : 100، 101
12. احمد بن زینی دحلان، السیرة النبویة، 1 : 323

44. حبشی وفد

.1اِحمد بن حنبل، المسند، 3 : 152

.2ابن حبان، الصحیح، 13 : 179، رقم: 5870

.3 مقدسی، الأحادیث المختارۃ، 5 : 60، رقم: 1681

.4ہیثمی، موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان: 493، رقم: 2012

45۔ حضرت عمرو جنّی (جنّ صحابی)

.1ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: 419

.2 سہیلی، الروض الأنف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، 2 : 324

یہ تمام ہستیاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی نہ صرف شعر گوئی کی صورت میں کرتی تھیں بلکہ مجلس کی صورت میں نعت خوانی بھی کرتی تھیں۔ آج دنیا میں جہاں بھی محافلِ نعت منعقد ہوتی ہیں وہاں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور دیگر نعت خواں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا کلام بھی بہ طور تبرک پڑھا جاتا ہے۔

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ ممدوحِ خالقِ کائنات رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح خوانی کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت پڑھنا، سننا اور محافلِ نعت منعقد کرنا قرآن وسنت کے عین مطابق جائز اور مطلوب اَمر ہے۔ شعراء صحابہ کی کثیر تعداد سے واضح ہے کہ نعت گوئی اور نعت خوانی ان کے معمولات میں شامل تھی۔
اسی طرح ہم جب محفلِ میلاد منعقد کرتے ہیں تو اِنہی جلیل القدر صحابہ واکابرینِ اُمت کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ یہ عمل قرونِ اُولیٰ سے لے کر آج تک جاری ہے جو ایک سچے اور کامل مومن کی نشانی ہے۔

صلوٰۃ وسلام

محافلِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اَہم جزو بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کرنا ہے۔ صلوٰۃ وسلام ایک منفرد عمل ہے جو مقبولِ بارگاہِ اِلٰہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب ورضا کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔ فوری اثرات ونتائج کے حامل اَعمال میں اِسے خاص اَہمیت حاصل ہے کیوں کہ یہ عمل اللہ رب العزت اور ملائکہ کی سنت ہے۔ وہ ہمہ وقت محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ جملہ اہلِ ایمان کو بھی صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکمِ خداوندی ہے۔ اِس حکم کے تحت محبوبِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہمہ وقت درود وسلام بھیجنا اہلِ ایمان کا وظیفۂ حیات ہے۔ جب آمدِ مصطفیٰ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دن آتا ہے تو اہلِ محبت کے درود و سلام پر مشتمل اِس عملِ خیر میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور ہر طرف صَلِّ علٰی کے نغمے گونجتے سنائی دیتے ہیں۔

1۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا اللہ تعالیٰ کی سنت اور حکم ہے

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا o

”بے شک اللہ اور اُس کے (سب) فرشتے نبیِّ (مکرمّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو“ o

الأحزاب، 33 : 56

صلوٰۃ وسلام کا قرآنی حکم مطلق ہے، عملِ درود وسلام ایک ایسی عبادت ہے جس میں وقت، جگہ یا کیفیت کی کوئی پابندی نہیں۔ آپ کسی بھی حالت میں، بیٹھ کر، لیٹ کر یا کھڑے ہو کر درود وسلام پڑھ سکتے ہیں۔ جس طرح آپ اِسے محفلِ میلاد سے باہر پڑھ سکتے ہیں اُسی طرح محفلِ میلاد میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔ حالتِ قیام میں سلام پڑھنا زیادہ فضیلت کا حامل ہے کیوں کہ یہ کمالِ اَدب واِحترام پر دلالت کرتا ہے۔ سورۃ الاحزاب کی مذکورہ آیت کے لفظ تسلیمًا کے ذریعے بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سلام پیش کرنے کے آداب ہی سکھائے جارہے ہیں۔ صلوٰۃ بھیجنا سنتِ الٰہیہ ہے۔ انسانی ماحول، ضرورت اور زمانے کے تغیرات سے اَحکام میں تبدیلی ناگزیر ہو جاتی ہے مگر سنتِ اِلٰہیہ میں تبدیلی نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کی اس سنت کو اَبدی، دائمی اور آفاقی قانون کا درجہ حاصل رہتا ہے جو ہر دور میں بعینہٖ ایک ہی شکل میں قائم وبرقرار رہتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبۡدِيلًا.

’’سو آپ اللہ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے‘‘o

فاطر، 35 : 43

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا بڑی تاکید سے حکم فرمایا ہے:

لِتُؤمِنُوا بِاللّٰہِ وَرَسُولِہٖ وَتُعَزِّرُوہُ وَتُوَقِّرُوہُ.

’’تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لاؤ اور ان (کے دین) کی مدد کرو اور ان کی بے حد تعظیم و تکریم کرو، اور (ساتھ) اللہ کی صبح و شام تسبیح کرو‘‘o

الفتح، 48 : 9

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی آوازیں پست رکھنے کا حکم دیا گیا، اِرشاد فرمایا:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَO

”اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی (مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور اُن کے ساتھ اِس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے اَعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہو جائیں اور تمہیں (ایمان اور اَعمال کے برباد ہو جانے کا) شعور تک بھی نہ ہو“O

الحجرات، 49 : 2

پس جس طرح تعظیم و توقیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہوئے ادب و احترام ضروری اَمر ہے۔

2. سلام کی اَہمیت

قرآن حکیم کی رُو سے سلام کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ قرآن حکیم نے ان واقعات اور مواقع کا ذکر کیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بر گزیدہ انبیاء اور صلحاء پر سلام بھیجا۔ ایسی آیات کریمہ سے سلام کی اہمیت کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے:

1۔ میلادِ یحییٰ علیہ السلام پر سلام کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّاO

”اور یحییٰ پر سلام ہو اُن کے میلاد کے دن اور اُن کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے“o

مریم، 19 : 15

2۔ اللہ تعالیٰ نے کلام کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کرتے ہوئے فرمایا:

وَالسَّلَامُ عَلَیَّ يَوۡمَ وُلِدۡتُّ وَيَوۡمَ اَمُوۡتُ وَيَوۡمَ اُبۡعَثُ حَيًّاO

’’اور مجھ پر سلام ہو میرے میلاد کے دن اور میری وفات کے دن اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں گا‘‘o

مریم، 19 : 33

ان آیاتِ کریمہ سے انبیاء کرام علیہم السلام کے اَیامِ ولادت و بعثت اور وفات پر سلام کے تناظر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یومِ ولادت کے موقع پر سلام پڑھنے کی اَہمیت کا اظہار ہوتا ہے۔

3. تمام انبیاء اور رُسل علیہم السلام پر من حیث المجموع سلام بھیجتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرۡسَلِيۡنَ

”اور سلام ہو پیغمبروں پر“ o

الصافات، 37 : 181

4۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی حمد اور اپنے برگزیدہ بندوں پر سلام بھیجنے کا حکم فرمایا:

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِہِ الَّذِينَ اصْطَفَى.

النحل، 27 : 59

”فرما دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور اس کے منتخب (برگزیدہ) بندوں پر سلامتی ہو۔“

قرآن حکیم نے انبیاء کرام علیہم السلام کا یہ طریقہ اور سنت بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنے پاس بہرِ ملاقات آنے والے ہر فرد کو سلام کہتے۔ ذیل میں چند آیات بطور نمونہ دی جاتی ہیں:

5. وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ.

”اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ (ان سے شفقتًا) فرمائیں کہ تم پر سلام ہو۔“

الأنعام، 6 : 54

6. وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَى قَالُوا سَلَامًا.

”اور بے شک ہمارے فرستادہ فرشتے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس خوش خبری لے کر آئے انہوں نے سلام کیا (ابراہیم علیہ السلام نے بھی جواباً) سلام کیا۔“

ہود، 11 : 69

7. إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ إِنَّا مِنكُمْ وَجِلُونَ O

”جب وہ ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس آئے تو انہوں نے (آپ کو) سلام کہا۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ ہم آپ سے کچھ ڈر محسوس کر رہے ہیں“ O

الحجر، 15 : 52

8۔ ایمان والوں کو گھر میں داخل ہونے پر سلام کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ O

”اے ایمان والو ! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو یہاں تک کہ تم ان سے اجازت لے لو اور ان کے رہنے والوں کو (داخل ہوتے ہی) سلام کہا کرو، یہ تمہارے لیے بہتر (نصیحت) ہے تاکہ تم (اس کی حکمتوں میں) غور و فکر کرو“ o

النور، 24 : 27

.9 فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً.

”پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے (گھر والوں) پر سلام کہا کرو (یہ) اللہ کی طرف سے بابرکت پاکیزہ دعا ہے۔“

النور، 24 : 61

10۔ لیلۃ القدر میں جب جبرئیل امین علیہ السلام لاکھوں فرشتوں کے جلو میں سطحِ زمین پر نزول کرتے ہیں تو طلوعِ فجر تک ان کا سلسلۂ سلام جاری رہتا ہے۔ سورۃ القدر میں ہے:

تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ O سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ O

’’اس (رات) میں فرشتے اور روح الامین (جبرئیل) اپنے رب کے حکم سے (خیر و برکت کے) ہر اَمر کے ساتھ اترتے ہیں O یہ (رات) طلوعِ فجر تک (سراسر) سلامتی ہے‘‘ O

القدر، 97 : 4،5

اس رات سپیدۂ سحر نمودار ہونے تک ہر طرف سے سلام کی صدائیں آتی رہتی ہیں۔

11۔ جب اہلِ ایمان کی میدانِ حشر میں آمد ہوگی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ان کی آپس میں ملاقات اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا استقبال سلام سے ہوگا۔ ارشاد خداوندی ہے:

سَلَامٌ قَوْلًا مِن رَّبٍّ رَّحِيمٍO

)''تم پر) سلام ہو، (یہ) ربِ رحیم کی طرف سے فرمایا جائے گا''o

یٰسں، 36 : 58

12. تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ.

''جس دن وہ اس سے ملیں گے ان (کی ملاقات) کا تحفہ سلام ہوگا۔''

الأحزاب، 33 : 44

جب اللہ سے ملاقات اور دیدارِ الٰہی کے لیے انہیں بلایا جائے گا تو اس دن سلام کا خاص تحفہ ان کی نذر کیا جائے گا، یہ سلام لمحاتِ وصل کا خصوصی تحفہ اور ارمغانِ خاص ہو گا۔

13۔ اللہ بزرگ و برتر نے اپنے برگزیدہ بندوں پر سلام بھیجنے کو بہت اہمیت دی ہے۔ قیامت کے دن جب وہ بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گے اور انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا تو وہاں پر ان کا استقبال اللہ رب العزت کی طرف سے کلماتِ سلام سے کیا جائے گا۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس کا ذکر ہے:

وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَن سَلَامٌ عَلَيْكُمْ.

”اور وہ اہلِ جنت کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو۔“

الأعراف، 7 : 46

14. جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالْمَلاَئِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِم مِّن كُلِّ بَابٍ O سَلاَمٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِO

)”جہاں) سدا بہار باغات ہیں ان میں وہ لوگ داخل ہوں گے اور ان کے آباء و اَجداد اور ان کی بیویاں اور ان کی اولاد میں سے جو بھی نیکوکار ہوگا اور فرشتے ان کے پاس (جنت کے) ہر دروازے سے آئیں گے (انہیں خوش آمدید کہتے اور مبارک باد دیتے ہوئے کہیں گے o (تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کرنے کے صلہ میں، پس (اب دیکھو) آخرت کا گھر کیا خوب ہے“o

الرعد، 13 : 23،24

15. الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلآئِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلاَمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُواْ الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَO

”جن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ (نیکی و اِطاعت کے باعث) پاکیزہ اور خوش و خرم ہوں (ان سے فرشتے قبضِ روح کے وقت ہی کہہ دیتے ہیں:) تم پر سلامتی ہو تم جنت میں داخل ہو جاؤ اُن (اَعمالِ صالحہ) کے باعث جو تم کیا کرتے تھے“o

النحل، 16 : 32

16. فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِينِ O

”تو (اس سے کہا جائے گا:) تمہارے لئے دائیں جانب والوں کی طرف سے سلام ہے (یا اے نبی! آپ پر اَصحابِ یمین کی جانب سے سلام ہے“ O)

الواقعۃ، 56 : 91

اس مضمون سے جس چیز کی وضاحت مقصود ہے اور جس نکتے پر زور دینا مطلوب ہے وہ سلام کی اَہمیت و خصوصیت سے متعلق ہے۔ سلام کو عام کرنے کا عمل اللہ تعالیٰ، جبرئیل علیہ السلام اور تمام ملائکہ کی سنت ہے۔ شبِ قدر میں آسمانوں کی بلندیوں سے فرشتوں کا روئے زمین پر نزولِ اِجلال ساکنانِ عالمِ بالا کا معمول ہے۔ مومنین اور مقبولانِ الٰہی کا جنت میں داخلہ سلام سے ہوگا اور لقائے الٰہی کے وقت صالح اور نیکوکار بندوں کا اِستقبال بھی سلام کے تحفے سے کیا جائے گا۔ اَنبیاء کرام علیہم السلام کا معمول رہا

ہے کہ اپنی ولادت کے دن کے حوالے سے ان کی زبانوں پر قرآن حکیم کے ارشاد کے مطابق وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوۡمَ وُلِدتُّ کے کلمات تھے۔ یہ اِرشادِ خداوندی سلام کی خصوصی اَہمیت و معنویت پر دلالت کرتا ہے۔

3۔ سلام کی مستقل حیثیت

قرآن حکیم کے درج ذیل اِرشاد پر عمل کے اعتبار سے بعض ذہنوں میں مغالطہ پایا جاتا ہے:

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا O

”بے شک اللہ اور اُس کے (سب) فرشتے نبیِّ (مکرمّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو“ O

الاٗحزاب، 33 : 56

اللہ رب العزت کا یہ فرمان اہل ایمان کے نام پیغام ہے۔ اللہ رب العزت نے صلوٰۃ اور سلام میں فرق اور امتیاز کیا ہے، بعض لوگ سلام کے تصور یا سلام کے جداگانہ تشخص پر اعتراض کرتے ہیں اور تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سلام پہلے ہی صلوٰۃ (درودِ ابراہیمی) میں شامل کر دیا گیا ہے، جیسا کہ مذکور ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

ان کے نزدیک سلام، صلوٰۃ ہی کا حصہ ہے۔ اس لیے اس کی علیحدہ سے کوئی ضرورت نہیں۔ یہ نقطۂ نظر درست نہیں کیوں کہ سلام، صلوٰۃ کا حصہ ہونے کے باوجود ایک جداگانہ تشخص رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں دو باتوں کا حکم دیا ہے:

1۔ صَلُّوْا عَلَیْہِ (تم ان پر درود بھیجا کرو(

2۔ وَسَلِّمُوا تَسۡلِيمًا (اور خوب سلام بھیجا کرو(

یہاں باری تعالیٰ نے صلوۃ و سلام دونوں کاالگ الگ بیان فرمایا ہے لہٰذا جس طرح دو الگ الگ حکم ہیں ان کی تعمیل کے تقاضے بھی الگ الگ ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ میں صلوٰۃ و سلام دونوں کے نذرانے پیش کیے جائیں گے۔

درج ذیل پہلوؤں سے سلام کی اہمیت مزید اجاگر ہوتی ہے:

(1) حمد کی قبولیت بہ واسطۂ سلام

سلام کی اہمیت اِس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کی قبولیت کاانحصار سلام پر ہے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے:

سُبۡحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ٥ وَسَلَامٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِينَ ٥ وَالۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ الۡعَالَمِينَ ٥

”آپ کا رب جو عزت کا مالک ہے اُن (باتوں) سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں ٥اور (تمام) رسولوں پر سلام ہو ٥اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے“ ٥

الصافات، 37 : 180 - 182

اِن آیات میں اللہ رب العزت اپنی تعریف و تحمید میں مشغول بندوں سے فرمار ہا ہے کہ میری ذات تمہاری تعریفوں کی حد اور گنجائش سے کہیں بلند و برتر ہے۔ تم میری تعریف اور مدح و ستائش کا حق ادا ہی نہیں کر سکتے۔ میری عظمت اور بزرگی کا ادراک تمہارے بس کی بات نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری تعریفیں مجھ تک رسائی پاسکیں اور تمہاری حمدیں میری بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازی جائیں تو اس کے لیے تمہیں میرے پیغمبروں پر سلام بھیجنا ہوگا۔ سلام ہی ذریعۂ مدح و ستائش ہے۔ جب تک انبیاء و رسل کے واسطۂ سلام کو درمیان میں نہ لایا جائے گا تب تک تمہاری تعریفوں اور حمدوں کی رسائی مجھ تک نہ ہوسکے گی۔ سو مجھ تک رسائی کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ”سلام علی المرسلین“ یعنی انبیاء و مرسلین پر سلام بھیجنے سے مشروط ہے۔ تمہارا پیغمبروں پر سلام بھیجنا رافعِ حمد بن جائے گا اس لیے کہ ان پر بھیجا ہوا سلام ہمیشہ

قابلِ قبول ہوتا ہے۔ صلوۃ اور سلام کی معیت میں آئی ہوئی حمد کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں اور وہ ہمیشہ میری بارگاہ تک رسائی حاصل کر لیتی ہے۔

(2) تشہد میں سلام

نماز میں تشہد کا آغاز کلماتِ حمد سے کیا جاتا ہے۔ اِس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام بھیجا جاتا ہے۔ بعد ازاں شہادت ہے جس میں توحید اور رِسالت کی گواہی دی جاتی ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود اور آخر میں دعا ہے۔ اِس طرح حالتِ تشہد میں دعا کے ساتھ نماز کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اگر تجزیہ کیا جائے تو پورے تشہد میں کل چار چیزیں ہوتی ہیں:

1۔ حمد: تشہد کا حصۂ اَوّل خالصتاً اللہ تعالیٰ کی تعریف کے لیے وقف ہے:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ

2۔ سلام: دوسرا حصہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اَقدس پر سلام کے لیے مختص ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اِس طرح ایک حصہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے اور ایک حصہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خاص ہے۔

3۔ شہادت: تیسرا حصہ شہادت ہے جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مشترک ہے:

اَشۡہَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشۡہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ

اِس میں نصف حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور نصف حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے۔

4۔ صلوٰۃ: چوتھا حصہ صلوٰۃ ہے جو خالصتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

چنانچہ تشہد کے اَجزائے ترکیبی کا تناسب جو اللہ تعالیٰ کو مقبول ہے یہ ہے کہ عبادت کا اڑھائی حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام کے لیے خاص ہے جبکہ ڈیڑھ حصہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے لیے خاص ہے۔اِس کے ساتھ جب دعا کو ملایا جائے تو ہماری نماز اور دعا قبول ہوتی ہے۔تکمیلِ صلوٰۃ کے بعد خروج عن الصلوٰۃ کے لیے بھی سلام ہی کفایت کرتا ہے،اِس لیے کہ نماز کو عملِ سلام پر ہی ختم کیا جائے گا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ

اور یہ سلام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے اَولیاء و صالحین، مومنین اور تمام اَفرادِ اُمت کے لیے ہے۔ گویا ہر طرف سلام ہی سلام ہے۔

اس بحث سے سلام کی اہمیت اور اس کے بارے میں تاکید کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہم سلام سے کیسے گریز کر سکتے ہیں؟

(3) صلوٰۃ کے بعد سلام بھیجنے کا حکمِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو اَز راہِ ہدایت تلقین فرمائی ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں صلوٰۃ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام بھیجتے رہیں۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما اپنے جد امجد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وصلّوا علیّ وسلّموا حیثما کنتم، فَسَیَبْلُغُنِی سلامکم وصلاتکم.

''اور تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود و سلام بھیجتے رہا کرو، تمہارے درود و سلام مجھ تک (خود) پہنچتے ہیں۔''

1. ابن اسحاق اِزدی، فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : 35، رقم : 20

2. اِحمد بن حنبل، المسند، 2 : 367، رقم : 8790

3. ابن اِبی شیبۃ، المصنف، 2 : 150، رقم : 7542

4۔ ابن کثیر کی ’تفسیر القرآن العظیم (3 : 515)‘ میں بیان کردہ روایت میں فَسَیَبْلُغُنِی کی بجائے فَتَبْلُغُنِی کا لفظ بیان کیا گیا ہے۔

5۔ عسقلانی نے بھی ’’لسان المیزان (2 : 106)‘‘ میں فَتَبْلُغُنِی کا لفظ ذکر کیا ہے۔

6۔ ہندی نے ’کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال (1 : 498، رقم : 2199)‘‘ میں لکھا ہے کہ اِسے حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے۔

اِس حدیث شریف میں دو باتوں کی تلقین کی گئی ہے : ایک صلوٰۃ اور دوسرا سلام لہٰذا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واضح اِرشاد ہے کہ ’’مجھ پر درود پڑھو اور سلام بھیجو‘‘ تو پھر ہم اِنہیں کیسے ایک تصور کر سکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ اپنے نام لیواؤں کو یہی تلقین فرمائی کہ مجھ پر صلوٰۃ اور سلام بھیجا کرو۔

4۔ درود و سلام کی بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رسائی

اُمتی کا یہ نذرانہ بارگاہِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مختلف طریقوں سے پہنچتا ہے جس کا ثبوت متعدد احادیث سے ملتا ہے۔ ذیل میں ہم اُن اَحادیث مبارکہ کو متعلقہ عنوانات کے تحت بیان کر رہے ہیں:

(1) درود و سلام کا بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں براہِ راست پہنچنا

یہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ اُمتی جہاں کہیں بھی ہوں اُن کی طرف سے پیش کیا جانے والا درود و سلام بلاواسطہ خود بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچتا ہے۔ اس کے لیے احادیث میں تَبۡلُغُنِی، فَتَبۡلُغُنِی، یَبۡلُغُنِی، فَسَيَبۡلُغُنِی وغیرہ جیسے اَلفاظ وارد ہوئے ہیں، جو لغوی اعتبار سے معروف کے صیغے ہیں مجہول کے نہیں، اور اِن صیغوں کا فاعل خود صلاتکم اور سلامکم ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل روایات سے ظاہر ہے:

. 1 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

صلّوا علیّ، فإنّ صلاتکم تَبلُغُنِی حیث کنتم.

’’مجھ پر درود بھیجتے رہو، بے شک تمہاری طرف سے بھیجے گئے درود (خود) مجھ تک پہنچتے ہیں خواہ تم کہیں بھی ہو۔‘‘

1. إبوداؤد، السنن، کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور، 2 : 176، رقم: 2042

2. إحمد بن حنبل، المسند، 2 : 367

3. ابن إبی شیبۃ، المصنف، 2 : 150، رقم: 7542

4. طبرانی، المعجم الأوسط، 8 : 82، 83، رقم: 8030

5. بیہقی، شعب الإیمان، 3 : 491، رقم: 4162

6. مقریزی، إمتاع الأسماع بما للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الأحوال والأموال والحفدۃ والمتاع، 11 : 59، 71

7. ابن قیم، جلاء الأفہام فی الصلاۃ والسلام علی خیر الأنام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : 42، رقم : 61

.8ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 3 : 514

.9عسقلانی، فتح الباری، 6 : 488

2۔ حضرت علی بن حسین اپنے دادا حضرت علی رضی اللہ عنھم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فاِن تسلیمکم یَبْلُغُنِی اِین ما کنتم.

’’پس تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارے سلام مجھ تک (خود) پہنچتے ہیں۔‘‘

.1اِبو یعلی، المسند، 1 : 361، رقم:469

.2مقدسی، الأحادیث المختارة، 2 : 49، رقم:428

.3ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، 4 : 3

.4عسقلانی، لسان المیزان، 2 : 106

3۔ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

صلّوا عليّ وسلّموا، فإن صلاتكم وسلامكم يَبْلُغُنِي أين ما كنتم.

’’مجھ پر درود وسلام بھیجتے رہا کرو، بے شک تمہارے درود وسلام (خود) مجھ تک پہنچتے ہیں اگرچہ تم جہاں بھی ہو۔‘‘

.1 إبو يعلى، المسند، 12 : 131، رقم : 6761

.2 ابن قيم، جلاء الأفهام في الصلاة والسّلام على خير الأنام صلى الله عليه وآله وسلم : 42، رقم : 60

4۔ سیدنا حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنھم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حیثما کنتم فصلّوا علیّ، فإن صلاتکم تَبلُغُنِی.

”تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود بھیجتے رہا کرو، بے شک تمہارے درود مجھ تک پہنچتے ہیں۔“

1. طبرانی، المعجم الکبیر، 3 : 82، رقم: 2729.

2۔ احمد بن حنبل نے ”المسند (2 : 367)“ میں ان الفاظ کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت لی ہے۔

3۔ طبرانی نے ”المعجم الاوسط (1 : 238، رقم: 367)“ میں راوی کا نام حسین بن حسن بن علی رضی اللہ عنھم لکھا ہے۔

4۔ عبد الرزاق نے ”المصنف (3 : 577، رقم: 6726)“ میں اسے ذرا مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

5. دولابی، الذریۃ الطاہرۃ: 73، رقم: 199.

6۔ منذری نے ''الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف (2 : 362)'' میں کہا ہے کہ اسے طبرانی نے ''المعجم الکبیر''میں حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

.7ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد،10 : 162

.8ابن قیم، جلاء الأفہام فی الصلاۃ والسّلام علی خیر الأنام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : 42، رقم : 61

5۔ سیدنا حسن بن حسین رضی اللہ عنہما ہی روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وصلّوا علیّ، فإن صلاتکم تَبْلُغُنِی حیثما کنتم.

''اور مجھ پر درود بھیجتے رہا کرو، بے شک تمہارے درود (خود) مجھ تک پہنچتے ہیں اگرچہ تم جہاں بھی ہو۔''

.1ابن إسحاق إزدی، فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : 45، رقم : 30

.2ابن إبی شیبۃ، المصنف، 2 : 150، رقم : 7543

3۔ عبد الرزاق نے 'المصنف (3 : 17، رقم : 4839)' میں یہ روایت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔

(2) درود و سلام براہِ راست حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سماعت کرتے ہیں

درود شریف وہ مقبول ترین اور پاکیزہ عمل ہے جس میں ربِ کائنات بھی اپنے ملائکہ اور بندوں کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اُمتیوں کا درود و سلام سُنتے ہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

:

إكثروا الصلاة علی یوم الجمعة، فإنه یوم مشهود تشهده الملائکة، لیس من عبد یصلی علیّ إلا بلغنی صوتہ حیث کان.

”جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، بے شک جمعہ کا دن یومِ مشہود ہے (کیوں کہ) اس میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔ جو آدمی مجھ پر درود پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کسی بھی جگہ پڑھے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے عرض کیا : یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ کی وفات کے بعد بھی ہم یہ عمل جاری رکھیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وبعد وفاتی، إن اللہ عزوجل حرّم علی الأرض إن تأکل إجساد الأنبیاء.

”(ہاں) میری وفات کے بعد بھی (تم یہ عمل جاری رکھو)، بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر اَنبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔“

1۔ابن قیم نے ''جلاء الافہام فی الصلاۃ والسّلام علی خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ص : 63، رقم : 108)'' میں کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔

.2ہیتمی، الدرّ المنضود فی الصلاۃ والسّلام علی صاحب المقام المحمود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : 156،155

3۔ سخاوی نے ''القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع (ص : 158، 159)'' میں کہا ہے کہ اِسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔

.4نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : 713

اِس حدیث مبارکہ میں بَلَغَنِی صَوتُہُ کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی فرشتہ صلوٰۃ وسلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ تک نہیں پہنچاتا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بلاواسطہ درود وسلام پڑھنے والے کی آواز سماعت فرماتے ہیں۔ اس میں دور ونزدیک کی

قید ہے نہ کسی کا پہنچانا شرط ہے بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سننا ثابت ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان (1272۔1340ھ) نے کیا خوب کہا ہے:

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان

کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

احمد رضا خان، حدائقِ بخشش، 2 : 206

ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزدیک سے درود بھیجتے ہیں، دور سے درود بھیجتے ہیں اور بعد میں آنے والے بھی بھیجیں گے، کیا یہ سب درود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کیے جاتے ہیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِسمع صلاۃ اہلِ محبتی واعرفہم.

’’میں اہلِ محبت کا درود خود سنتا ہوں اور اُنہیں پہچانتا (بھی) ہوں۔‘‘

.1 جزولی، دلائل الخیرات و شوارق الانوار فی ذکر الصلاۃ علی النّبی المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: 18

.2 فاسی، مطالع المسرّات بجلاء دلائل الخیرات و شوارق الانوار فی ذکر الصلاۃ علی النبی المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: 81

اِس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہلِ محبت کا درود نہ صرف خود سُنتے ہیں بلکہ بھیجنے والوں کو پہچانتے بھی ہیں، اگرچہ وہ دور کسی مقام پر اور بعد کے کسی زمانے میں ہی کیوں نہ ہوں۔

(3) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلام کا جواب بھی عطا فرماتے ہیں

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف اُمت کی طرف سے بھیجا جانے والا درود و سلام سُنتے ہیں بلکہ اس کا جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما من إحد یسلّم علیّ إلا ردّ اللہ علیّ روحی، حتی إردّ علیہ السّلام.

''جب کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح واپس لوٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

.1إبوداود، السنن، کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور، 2 : 175، رقم: 2041

.2إحمد بن حنبل، المسند، 2 : 527

.3طبرانی، المعجم الأوسط، 4 : 84، رقم: 3116

.4بیہقی، السنن الکبری، 5 : 245

.5بیہقی، شعب الإیمان، 2 : 217، رقم: 1581

.6منذری، الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف، 2 : 362، رقم: 2573

.7ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، 10 : 162

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروِی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مامن مسلم سلّم علیّ فی شرق ولا غرب، إلاإنا وملائکۃ ربّی نردّ علیہ السّلام.

''مشرق و مغرب میں جو مسلمان بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے میں اور میرے رب کے فرشتے اُس کے (بھیجے ہوئے) سلام کا جواب دیتے ہیں۔''

.1إبو نعیم، حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، 6 : 349

.2 مقریزی، إمتاع الأسماع بما للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الأحوال والأموال والحفدۃ والمتاع، 11 : 59

.3ابن قیم، جلاء الأفہام فی الصلاۃ والسلام علی خیر الأنام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: 19، رقم: 20

.4 سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: 156

(4) ملائکہ کا بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سلام پیش کرنا

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ہے کہ خود بھی اپنے غلاموں کا درود و سلام سنتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرشتے اَدَباً حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبیء اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من صلی علیّ في یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ مائۃ مرۃ، قضی اللہ لہ مائۃ حاجۃ: سبعین من حوائج الآخرۃ وثلاثین من حوائج الدنیا، ثم یوکّل اللہ بذالک ملکاً یدخلہ في قبري کما یدخل علیکم الھدایا، یخبرني من صلی علیّ باسمہ ونسبہ إلی عشیرتہ، فأثبتہ عندي في صحیفۃ بیضاء.

”جو شخص مجھ پر جمعہ کے روز اور جمعہ کی رات درود پڑھے اللہ اُس کی سو حاجتیں پوری کرتا ہے، ستر آخرت کی اور تیس دُنیا کی پھر اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو (اُس کی طرف سے) میری قبر میں اِس طرح درود پیش کرتا ہے جس طرح تمہیں ہدیے پیش کیے جاتے ہیں۔ وہ مجھے اُس آدمی کے نام و نسب کی اُس کے خاندان

سمیت خبر دیتا ہے، پس میں اُسے اپنے پاس سفید صحیفے میں ثبت (ریکارڈ) کرلیتا ہوں۔‘‘

1. بیہقی، شعب الإیمان، 3 : 111، رقم: 3035

2. فیروزآبادی، الصلات والبشر فی الصلاۃ علی خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: 77

3. سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، 5 : 219

4. زرقانی، شرح المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، 7 : 372

5. سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: 156

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إن للہ ملائکۃ سیّاحین فی الأرض، یبلّغونی من إمتی السلام.

”اللہ عزوجل کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر پھرتے رہتے ہیں، اور میری اُمت کی طرف سے جو سلام بھیجا جاتا ہے مجھے پہنچاتے ہیں۔“

1. نسائی، السنن، کتاب السھو، باب السلام علی النبی، 3 : 31، رقم: 1282
2. نسائی، عمل الیوم واللیلۃ: 167، رقم: 66
3. اِحمد بن حنبل، المسند، 1 : 387، 441، 452
4. دارمی، السنن، 2 : 409، رقم: 2774
5. ابن حبان، الصحیح، 3 : 195، رقم: 914
6. بزار، البحر الزخار (المسند)، 5 : 307، 308، رقم: 1924، 1925
7. اِبو یعلی، المسند، 9 : 137، رقم: 5213
8. عبد الرزاق، المصنف، 2 : 215، رقم: 3116

ابن حبان کی بیان کردہ روایت کی اسناد امام مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہیں اور اس کے رِجال ثقہ ہیں۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ ابن قیم نے اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِکثروا علیّ من الصلاۃ فی کل یوم جمعۃ، فإنّ صلاۃ اُمّتی تُعرَض علیّ فی کلّ یوم جمعۃ، فمن کان اِکثرہم علیّ صلاۃ کان اِقربہم منّی منزلۃ.

’’ہر جمعہ کے روز مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھو، بے شک میری اُمت کا درود ہر جمعہ کے دن مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ پس جس نے مجھ پر کثرت سے درود بھیجا وہ مرتبہ کے اِعتبار سے سب سے بڑھ کر میرے قریب ہوگا۔‘‘

1. بیہقی، شعب الاِیمان، 3 : 110، رقم: 3032
2. بیہقی، السنن الکبری، 3 : 249، رقم: 5791
3. دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، 1 : 81، رقم: 250
4. منذری، الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف، 2 : 328، رقم: 2583

5. سبکی، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام: 136

6. مقریزی، إمتاع الأسماع بما للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الأحوال والأموال والحفدۃ والمتاع، 11 : 66

7. ابن قیم، جلاء الأفہام فی الصلاۃ والسلام علی خیر الأنام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: 40، رقم: 56

8. عظیم آبادی، عون المعبود علی سنن إبی داؤد، 4 : 272

اِن اَحادیثِ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دور و نزدیک ہر جگہ سے اپنے اُمتیوں کی طرف سے پیش کیا جانے والا درود و سلام سنتے ہیں۔ فرشتہ صرف اَز رُوئے اَدب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اُمتیوں کی طرف سے پیش کیا جانے والا درود و سلام پہنچاتا ہے، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام اُمتیوں کے درود و سلام کی نہ صرف آواز پہنچتی ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ اتنے واضح اَحکامات اور کثیر فضائل کے باوُجود بھی اگر کوئی صلاۃ و سلام پر اِعتراض کرے اور اِس کے لیے منعقدہ محافلِ میلاد پر طعن و تشنیع کرے تو اسے صرف بد بختی پر محمول کیا جائے گا۔ انہیں چاہیے کہ قرآن و سنت کے دلائل کے روشنی میں حقائق کی معرفت حاصل کریں۔

ہم نے اِس فصل میں درود و سلام کی فضیلت واَہمیت بارے صرف چند احادیث بیان کی ہیں، ورنہ اِس موضوع پر احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے، ائمہ نے اِس موضوع پر الگ کتب تالیف کی ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب البدر التمام فی الصلوٰۃ علیٰ صاحبِ الدُّنُوّ والمقام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ کریں۔

قیام

محفلِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہ حالتِ قیام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر سلام عرض کرنا محبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہے اور یہ نہایت پسندیدہ عمل ہے۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر اہلِ اسلام پر واجب تھی اور صحابہ کرام نہایت محتاط رہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب و احترام میں کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے، اسی طرح آج بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر اُمت پر واجب ہے۔ محفلِ میلاد یا محفلِ نعت کے دوران میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام پڑھتے وقت اِحتراماً کھڑے ہونا اسی ادب و تعظیم کا تسلسل ہے۔ جس محفل میں تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار ہو کر قیام کیا جائے اس پر یقیناً انوار و برکاتِ اِلٰہیہ کا نزول ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب و اِحترام میں قیام کرنے کو بھی باعثِ نزاع اَمر بنا دیا ہے اور اُن کے نزدیک یہ غیر شرعی اَمر ہے۔ ذیل میں ہم اِس حوالہ سے چند ضروری اُمور زیرِ بحث لائیں گے:

1. کیا قیام صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے خاص ہے؟

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ قیام ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے جائز نہیں۔ ان کے نزدیک قیام عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ لہٰذا کسی اور کے لیے قیام شرک کے زمرے میں آتا ہے۔ اس لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد کی محفل میں قیام ناجائز ہے۔ یہ اِعتراض لغو اور بیہودہ ہے۔ اس لیے کہ اگر قیام عبادت کا حصہ ہے اور صرف خدا کے لیے ہے تو پھر قعود (بیٹھنا) اور لیٹنا بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا چاہیے کیوں کہ یہ بھی تو قرآن کی رُو سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حصہ ہے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ.

''یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔''

آل عمران، 3 : 191

اس آیہ کریمہ میں عبادت اور ذکرِ الٰہی کرنے کی تین حالتیں بیان ہوئی ہیں : اٹھنا، بیٹھنا اور لیٹنا۔ اگر قیام اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو پھر بیٹھنا اور لیٹنا کس کے لیے ہے؟ آیت کی رُو سے بیٹھنا بھی اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہو گیا اور لیٹنا بھی اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہو گیا، اگر قیام کو شرک مان لیا جائے تو قعود اور لیٹنے کی حالتیں بھی شرک قرار پائیں گی کیوں کہ یہ بھی ذکر الٰہی اور عبادتِ الٰہی کا جزو ہیں، پھر باقی کیا بچا؟ اس طرح تو سارا نظامِ حیات درہم برہم ہو کر رہ جائے گا اور انسان کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے اٹھنا، بیٹھنا اور لیٹنا سب شرک ہو جائے گا۔ لہٰذا اِن حرکات و سکنات کو صرف عبادت اور ذکر الٰہی کے لیے خاص کر دینا ایک مضحکہ خیز بات ہے۔

عبادت اور تعظیم کے درمیان فرق کی مزید وضاحت درج ذیل ہے:

(1) عبادت کی مختلف حالتیں فی نفسہ عبادت نہیں

یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ حالتیں فی نفسہ عبادت ہیں نہ ان کا شرک سے کوئی تعلق ہے کیوں کہ عبادت میں اصل چیز نیت ہے اور نیت کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

إنما الأعمال بالنيات.

''اَعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔''

.1 بخاری، الصحیح، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 1 : 3، رقم: 1

.2 مسلم، الصحیح، کتاب الإمارۃ، باب قولہ إنما الأعمال بالنیۃ وإنہ یدخل فیہ الغزو وغیرہ من الأعمال، 3 : 1515، رقم: 1907

کوئی عمل نیت کے بغیر مقبول نہیں، لہٰذا دورانِ قیام ہاتھ باندھنے کا بھی عبادت سے کوئی تعلق نہیں جب تک کہ اس میں نیت کو شامل نہ کر لیا جائے۔ اَز رُوئے فقہ و شرع قیام کے فرائض و واجبات میں یہ شامل نہیں کہ قیام محض کھڑے ہونے کی حالت کو کہتے ہے۔ یہ ایک جداگانہ عمل ہے جس کا ہاتھ باندھنے یا نہ باندھنے سے کوئی تعلق نہیں۔ حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی طریقوں میں وہ جس طرح بھی قیام کریں سب حالتیں فقہ کی رُو سے جائز ہیں۔ ایک کے نزدیک ہاتھ باندھنا اللہ کے لیے عبادت ہے اور دوسرے کے

نزدیک ہاتھ کھلے چھوڑے رکھنا، بشرطیکہ اس میں نیت کا عنصر شامل ہو۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا قیام عملِ عبادت ہے اور تمہارا ''قیام برائے تعظیم'' شرک ہے، کیوں کہ تعظیم میں عبادت کی نیت ہی شامل نہیں تو وہ شرک کیوں کر ہوگا۔ کون سی حالت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور کون سی اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں، اس کے تعین کا دار و مدار نیت پر ہے، اگر قیام عبادت کی نیت سے کیا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے کرنا شرک ہوگا، اگر تعظیم کے لیے ہو تو پھر شرک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عبادت اور تعظیم میں یہ فرق بہر حال ملحوظ رکھنا لازمی ہے کہ یہ حالت عبادت کے لیے ہے اور یہ تعظیم کے لیے۔ اِس بحث کا ماحصل یہ ہے کہ عبادت کا تعلق نیت سے ہے قیام سے نہیں، قیام مطلق کھڑے ہونا ہے، اس کا ہاتھوں کے ساتھ تعلق نہیں، کھولے جائیں یا باندھے جائیں برابر ہے۔

(2) قیام عبادت ہے تو نماز کی باقی حالتیں کیا ہیں؟

اگر ہم اَرکانِ نماز پر غور کریں تو نماز کی حالتوں میں قیام کے بعد رکوع و سجود، قومہ اور قعدہ اس کا حصہ ہیں۔ قیام نماز کا حصہ ہے تو قعود بھی نماز کا حصہ ہے، قیام عبادت ہے تو قعود (بیٹھنا) بھی عبادت ہے، قیام اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو قعود بھی اُسی کے لیے ہے۔ یہ سب حالتیں نماز کے فرائض و واجبات میں شامل ہیں اور قابل غور بات یہ ہے کہ تشہد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام بھیجنا بھی شامل کر دیا ہے

اور اسے نماز کا جزوِ لاینفک بنادیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ حالتیں غیر خدا کے لیے شرک ہوتیں تو آپ نماز میں شرک کے مرتکب ہو رہے ہوتے مگر ایسا نہیں کیوں کہ یہ حالتِ قعود و قیام اللہ تعالیٰ کے لیے عبادتاً ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تعظیماً ہیں، اگر دورانِ نماز حالتِ قعود میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام عبادتِ الٰہی شمار نہیں ہوا تو نماز سے باہر قیام کو عبادتِ الٰہی کیسے تصور کر لیا جائے؟

(3) کس طرح کا قیام عبادت ہے؟

نماز میں دورانِ قیام ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جاتے ہیں، اگر کوئی نماز کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے ایسا کرے گا، جیسا کہ مغربی دنیا میں کسی کی خاطر ادب بجالانے کے لیے ایسا کیا جاتا ہے، تو کچھ لوگ کہیں گے: اَسْتَغْفِرُ اللہَ الْعَظِیْم، یہ عمل تو عبادت ہے لہٰذا شرک ہے۔ لیکن وہ فقہ مالکی اور جعفری کے لوگوں کے بارے میں کیا کہیں گے جو قیام کی حالت میں اپنے ہاتھ کھلے چھوڑ دیتے ہیں۔ ان مذاہب میں ارسال الیدین یعنی ہاتھوں کو کھلا چھوڑ کر قیام کرنا ہی عبادت ہے۔ تو کیا ہمیں یہ کہنا چاہیے کہ ان مذاہب میں اگر وہ نماز کے علاوہ کسی اور کے لیے ایسا کرتے ہیں تو شرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔؟ بالکل نہیں، کیوں کہ ایسا کہنا فقدانِ علم کا نتیجہ ہوگا۔

2۔ قیام اَز رُوئے سنت جائز ہے

گزشتہ بحث سے واضح ہو گیا ہے کہ قیام فی نفسہ عبادت نہیں، اِس کے عبادت قرار پانے کا دار و مدار نیت پر ہے۔ قیام ایک جائز عمل ہے خواہ وہ تعظیم کے لیے ہو یا نہ ہو۔ سوال یہ ہے کہ کیا قیام ایک مسنون عمل ہے یا صرف جائز ہے؟ ذیل میں درج کی گئی تفصیلات میں اِس کا اِثبات براہِ راست اَحادیث سے کیا گیا ہے کہ قیام اَز رُوئے سنت جائز ہے:

3۔ اَقسامِ قیام

اَحادیثِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ دوسروں کے لیے قیام کرنا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے اور قیام کرنے کی مختلف وجوہ اور اَسباب ہیں۔ اِس مضمون کے پیشِ نظر متعدد اَحادیث کے بالاستیعاب مطالعہ سے قیام کی درج ذیل سات صورتیں سامنے آتی ہیں:

قیامِ اِستقبال

قیامِ محبت

قیامِ فرحت

قیامِ تعظیم

قیامِ اِکرامِ اِنسانی

قیامِ ذکر

قیامِ سلام

یہ درجہ بندی اِس مضمون کی تفہیم کو زیادہ آسان اور باضابطہ بنانے کے لیے کی گئی ہے۔

(1) قیامِ اِستقبال

کسی معزز و محترم شخصیت یا رہنمائے ملت کی آمد پر کھڑے ہو کر استقبال کرنا قیامِ استقبال کہلاتا ہے اور اس کے جواز کی اَصل سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماخوذ ہے۔

1. غزوۂ اَحزاب کے موقع پر یہود کے قبیلہ بنو قریظہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عہد شکنی کی اور مسلمانوں کے خلاف کفار و مشرکین کی مدد کی۔ غزوہ کے بعد ان کو سزا دینے کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور ان کے حسبِ منشا فیصلہ کے لیے ان کے حلیف قبیلہ اَوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں :

فأرسل النّبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إلی سعد فأتی علی حمار، فلمّا دنی من المسجد قال للأنصار : قوموإلی سیّد کم،إو خیر کم.

’’جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد کو بلا بھیجا، تو وہ دراز گوش پر سوار ہو کر آئے۔ پس جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَنصار سے فرمایا : (اے قبیلے والو!) تم اپنے سردار یا اپنے سے بہتر کے لیے تعظیماً کھڑے ہو جاؤ۔‘‘

. 1 بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الأحزاب، 4 : 1511، رقم : 3895

. 2 بخاری، الصحیح، کتاب الاستئذان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : قوموإلی سیدکم، 5 : 2310، رقم : 5907

3. مسلم، الصحیح، کتاب الجہاد، باب جواز قتال من نقض العہد، 3 : 1388، رقم : 1768

4. ابوداود، السنن، کتاب الأدب، باب ماجاء فی القیام، 4 : 355، رقم : 5215

روایت کے الفاظ خیر کم اِس اَمر کے براہ راست مظہر ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جس قیام کا حکم دیا وہ قیامِ استقبال تھا۔ اسے قیامِ تعظیم پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی طبیعت ناساز تھی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنھم میں سے بعض کو حکم دیا کہ وہ کھڑے ہو کر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو نیچے اترنے میں مدد دیں؟ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے لوگوں کو حکم دیا ہوگا؟ ایک دو یا تین کو کسی کی ناسازیء طبع کے باعث اُسے بلانے کے لیے صرف ایک یا دو آدمیوں کا بھیجا جانا ہی کافی ہوتا ہے، جب کہ یہاں حدیث کے الفاظ ہیں : قال للانصار : قوموا الٰی سید کم (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَنصار سے فرمایا : (اے قبیلے والو !) تم اپنے سردار کے لیے تعظیماً کھڑے ہو جاؤ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے قبیلہ سے تعلق رکھنے والے تمام لوگوں کو کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ للہذا یہ گمان کرنا کہ یہ قیام تعظیم اور اِستقبال کے لیے نہیں بلکہ ایک بیمار شخص کی اِعانت کے لیے تھا، متنِ حدیث کے خلاف ہے۔ یہ ارشاد تو اس معنٰی میں ہے کہ سیادت کی وجہ سے ان کا استقبال

کروا کر ان کو اتارنا مقصود ہوتا۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ تو ایک یا دو افراد کو مامور کر دیا جاتا، تمام لوگوں کو کھڑا ہونے کا حکم نہ دیا جاتا۔ حدیث کے آخری اَلفاظ او خیر کم بھی قیامِ اِستقبال پر ہی دلالت کر رہے ہیں۔

امام ابو داؤد (202۔275ھ) نے یہ حدیث اپنی السنن میں ''کتاب الادب'' کے باب ''ما جاء فی القیام'' کے تحت بیان کی ہے جس میں انہوں نے دوسرے لوگوں کے لیے کھڑے ہونے کے آداب پر اَحادیث بیان کی ہیں۔ لہٰذا یہ اِعتراض بالکل بے بنیاد ہے کیوں کہ اگر مذکورہ بالا قیام علالت کی بناء پر تھا تو محدثین اِس حدیث کو آدابِ قیام کے باب کے ذیل میں بیان نہ کرتے۔

(2) قیامِ محبت

قیام محبت کے اِظہار کے لیے بھی ہوتا ہے، اسے قیام فی المحبۃ یا قیام فی الحب کہتے ہیں۔ والدین کا قیام اپنی اولاد کے لیے، استاد کا شاگرد کے لیے، شیخ کا اپنے خاص مرید کے لیے، یا کسی بڑے کا قیام چھوٹے کے لیے اس قسم کے ذیل میں آتا ہے۔ یہ قیام تین چار یا پانچ چھ سال کی عمر کے معصوم بچے کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔ قیام کی یہ صورت خود سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔ اِس حوالہ سے چند اَحادیث درج ذیل ہیں:

1۔اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مارایت إحداأشبہ سمتاً ودلًا وہدیاًبرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی قیامہا وقعودہامن فاطمۃبنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. وکانت إذادخلت علی النّبیّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قام إلیہافقبّلہا وإجلسہافی مجلسہ، وکان النّبیّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إذادخل علیہا قامت من مجلسہافقبّلتہ وإجلستہ فی مجلسہا.

''میں نے فاطمہ سلام اللہ علیھا سے زیادہ کسی کو طور طریقہ، روش اور نیک خصلتی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ نہیں دیکھا، (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان امور میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی تھیں). جس وقت وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اَقدس میں حاضر ہوتیں توآپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے لیے کھڑے ہو جاتے، ان کی پیشانی چومتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اپنی نشست سے کھڑی ہو جاتیں، دستِ اَقدس کا بوسہ لیتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔''

.1ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فضل فاطمۃ، 6 : 175، رقم: 3872

.2ابوداود، السنن، کتاب الأدب، باب ما جاء فی القیام، 4 : 355، رقم: 5217

.3نسائی، السنن الکبری، 5 : 96، رقم: 8369

.4ابن حبان، الصحیح، 15 : 403، رقم: 9953

.5حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 3 : 174، رقم: 4753

.6ابن راہویہ، المسند، 1 : 8، رقم: 6

اس حدیث میں سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیھا کا اِظہارِ محبت و تعظیم میں اپنے ابا جان حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اظہار محبت و فرحت میں اپنی لختِ جگر کے لیے کھڑا ہونا ثابت ہے۔ اس ایک حدیث میں قیام للفرحۃ والمحبۃ اور قیام للتعظیم دونوں کا ذکر موجود ہے۔

2۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

رأى النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم النساء والصبيان مقبلين. قال: حسبت إنه قال. من عرس، فقام النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممثلًا، فقال: اللّٰهم! إنتم من إحبّ الناس إليّ، قالها ثلاث مرار.

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچوں اور عورتوں کو آتے ہوئے دیکھا۔ راوی بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’شادی سے آتے ہوئے (دیکھا)۔‘‘ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشی سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا: بخدا! تم (اَنصار) مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔ یہ کلمات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمائے۔‘‘

.1 بخاری، الصحیح، کتاب فضائل الصحابہ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للأنصار: إنتم إحبّ الناس إليّ، 3 : 1379، رقم: 3574

.2 بخاری، الصحیح، کتاب النکاح، باب ذہاب النساء والصبیان إلی العرس، 5 : 1985، رقم: 4885

.3 مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل الانصار، 4 : 1984، رقم: 2508

.4 إحمد بن حنبل، المسند، 3 : 175، رقم: 12820

5. ابن اِبی شیبۃ، المصنف، 6 : 398، رقم: 32350

(3) قیامِ فرحت

یہ قیام فرطِ مسرت کے اِظہار کے لیے ہے۔ اِنسان کو جب کسی کے آنے کی خوشی ہوتی ہے تو اس خوشی کا بے ساختہ اِظہار کھڑے ہو کر کرتا ہے۔ قیام کی اِس قسم کے حوالہ سے چند اَحادیث درج ذیل ہیں:

1۔ عون بن حجیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

لما قدم جعفر من ہجرۃ الحبشۃ، تلقاہ النّبیّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فعانقہ وقبّل ما بین عینیہ، وقال: ما اَدری باَیّہما اَنا اَسرّ: بفتح خیبر اَو بقدوم جعفر؟

’’جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ہجرتِ حبشہ سے مدینہ آئے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھ کر اُن سے معانقہ کیا، اُن کی پیشانی کو چوما اور فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ دونوں میں سے زیادہ خوشی مجھے کس بات پر ہوئی ہے، فتح خیبر پر یا جعفر کے آنے پر؟‘‘

.1 طبرانی، المعجم الکبیر، 2 : 108، رقم: 1470

.2 طحاوی، شرح معانی الآثار، 4 : 92، رقم: 6764

2۔ فتح مکہ کے روز عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گئے تھے، ان کی اہلیہ نے اُنہیں واپس لانے میں بنیادی کردار ادا کیا اور اُن ہی کی ترغیب سے عکرمہ مسلمان ہو کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

فلما بلغ باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، استبشر ووثب لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قائماً علی رجلیہ فرحاً بقدومہ.

''پس جب وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درِاَقدس پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت خوش ہوئے اور ان کے آنے کی خوشی میں کھڑے ہو کر اُن کا استقبال کیا۔''

.1حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 3 : 269، رقم: 5055

.2بیہقی، المدخل إلی السنن الکبری: 398، رقم: 710

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قیام قیام الفرحۃ تھا اس لیے کہ عکرمہ بن ابو جہل کا قبولِ اِسلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اِنتہائی مسرت انگیز اور راحت افزاء تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی آمد پر اس قدر خوش ہوئے کہ بے ساختہ اُن کے اِستقبال کے لیے کھڑے ہوگئے۔

.3ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف فرما تھے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے دروازے پر دستک دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جان گئے کہ کون آیا ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسی وقت کھڑے ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس طرح کھڑے ہونا قیام الفرحۃ اور قیام الاستقبال کے ذیل میں تھا۔ محدثین نے یہ روایت اِسلامی آداب کے ذیل میں بیان کی ہے جو اِس طرح کے قیام کے جواز پر دلیل ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری قیام گاہ میں تشریف فرما تھے۔ اُنہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا :

فقام إليه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عریاناً یجر ثوبہ، واللہ ! ما رایتہ عریاناً قبلہ ولا بعدہ فأعتنقہ وقبّلہ .

”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کپڑے سنبھالتے ہوئے فوری اُن کے اِستقبال کے لیے کھڑے ہوگئے، اللہ کی قسم ! میں نے اِس سے قبل اور بعد، کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکمل لباس کے بغیر (لباسِ اِستراحت میں) کسی سے ملتے نہ دیکھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے معانقہ کیا اور ان کا بوسہ لیا۔“

. 1 ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الاستئذان والآداب، باب ما جاء فی المعانقۃ والقبلۃ، 4 : 450، رقم : 2732

. 2 طحاوی، شرح معانی الآثار، 4 : 92، رقم : 6765

. 3 زیلعی، نصب الرایۃ لأحادیث الہدایۃ، 4 : 256

4. عسقلانی، فتح الباری، 11 : 52

5. عسقلانی، الاِصابۃ فی تمییز الصحابۃ، 2 : 601

آقا علیہ السلام فوری طور پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر صرف اِظہارِ محبت و فرحت کے طور پر ان کی پذیرائی کے لیے آگے بڑھے تھے۔ اِس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت کو آداب سکھا دیے کہ کسی پیارے کی آمد پر اس کا اِستقبال کس پر تپاک انداز سے کرنا چاہیے۔ پس چاہت اور خوشی کے عالم میں کسی کو چومنا قیامِ استقبال اور قیامِ فرحت کا اگلا قدم ہے۔

(4) قیامِ تعظیم

یہ قیام تعظیم کے لیے ہے جس سے اِظہارِ اِحترام مقصود ہوتا ہے، جیسے اُمتی کا قیام نبی کے لیے، اولاد کا والدین کے لیے، مریدین کا شیخ کے لیے، شاگردوں کا استاد کے لیے اور چھوٹوں کا بڑوں کے لیے۔ یہ قیام کسی کی عزت و کرامت اور شرف و بزرگی کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے اور کسی کے تقدس و اِحترام کے پیشِ نظر بھی۔

قیامِ اِستقبال اور قیامِ تعظیم میں فرق

قیامِ اِستقبال کسی کی پذیرائی کے لیے ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ اِس کا محرک تعظیم کرنے کا داعیہ ہو۔ اس کی مثال بارات میں آئے ہوئے مہمانوں کی پذیرائی ہے جن میں سے اکثر کو آپ جانتے بھی نہیں۔ اس کے علاوہ آپ کو ملنے والا کوئی نووارِد مہمان بھی ہو سکتا ہے جس کے اِستقبال کے لیے آپ محض رسماً کھڑے ہو جاتے ہیں جب کہ اس کے برعکس آپ اپنے استاد اور شیخ کے لیے تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں۔ اسی طرح آپ قرآن حکیم کے ذکر، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر اور مشائخ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تعظیماً قیام کا معمول

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا معمول تھا کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تعظیماً کھڑے ہوتے تھے۔

1. حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یجلس معنافی مسجد یحدّ ثنا، فإذا قام قمنا قیاما حتی نراہ قد دخل بعض بیوت إزواجہ.

”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری مجلس میں تشریف فرما ہو کر ہمارے ساتھ گفتگو فرمایا کرتے تھے، پھر جب قیام فرماتے تو ہم سب بھی ساتھ ہی کھڑے ہو جاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اَزواجِ مطہرات میں سے کسی کے گھر میں داخل ہوتا نہ دیکھ لیتے۔“

1. ابو داؤد، السنن، کتاب الأدب، باب فی الحلم واِخلاق النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 4 : 247، رقم: 4775

2. بیہقی، شعب الاِیمان، 6 : 467، رقم: 8930

3. بیہقی، المدخل إلی السنن الکبری: 401، رقم: 717

4. عسقلانی، فتح الباری، 11 : 52

اِس حدیث سے واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گھر جانے کے اِرادہ سے اپنی جائے نشست سے اٹھتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے قیام کرتے۔ حدیث کے الفاظ. فاذا قام قمنا قیاما (پھر جب قیام فرماتے تو ہم سب بھی ساتھ ہی کھڑے ہو جاتے)۔ اس مفہوم کی وضاحت کرتے ہیں کہ صحابہ کا قیام صرف حضور نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی خاطر ہوتا تھا اور وہ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجروں میں سے کسی ایک میں داخل نہ ہو جاتے۔ یہ ان کا روزمرہ کا معمول تھا، ایک یا دو دن کا معاملہ نہ تھا۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جاتے تو مجلس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخصت ہو جانے کے بعد بھی جاری رہتی تھی۔ اِس میں یہ بات خارج اَز اِمکان نہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلسِ صحابہ سے اپنے حجرۂ مبارک کی طرف جا رہے ہوتے تو کوئی راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال پوچھتا یا کسی کام کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اِجازت یا ہدایات طلب کرتا اور اس طرح کچھ وقت راہ میں بھی صرف ہو جاتا۔ اس کا دار و مدار موقع و محل اور صورتِ حال کی نوعیت پر ہوتا کہ راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنا توقف فرماتے۔ بہر حال اس دوران جتنا بھی وقت صرف ہوتا، صحابہ کہتے ہیں کہ ہم کھڑے رہتے یہاں تک کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے حجرہء مبارک میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیتے۔ یہ سارا وقت صحابہ کرام مسلسل قیام کی حالت میں گزارتے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر اپنے گھروں کو رخصت نہیں ہوتے تھے۔ ان کا یہ قیام صرف تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوتا تھا۔

2۔ سیدہء کائنات فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تعظیماً کھڑی ہوتیں۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

وکان النّبیّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إذا دخل علیہا قامت من مجلسہا فقبّلتہ وإجلستہ فی مجلسہا.

”حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اپنی نشست سے کھڑی ہو جاتیں، دستِ اَقدس کا بوسہ لیتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔“

.1ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب فضل فاطمۃ، 6 : 175، رقم: 3872

.2إبوداود، السنن، کتاب الأدب، باب ماجاء فی القیام، 4 : 355، رقم: 5217

.3نسائی، السنن الکبری، 5 : 96، رقم: 8369

.4ابن حبان، الصحیح، 15 : 403، رقم: 9953

.5حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 3 : 174، رقم: 4753

.6ابن راہویہ، المسند، 1 : 8، رقم: 6

3۔ عمرو بن سائب بیان کرتے ہیں کہ اُنہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ

إن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان جالساً یوماً، فأقبل إبوہ من الرضاعۃ، فوضع لہ بعض ثوبہ فقعد علیہ، ثم إقبلت إمہ فوضع لہا شق ثوبہ من جانبہ الاآخر، فجلست علیہ، ثم إقبل إخوہ من الرّضاعۃ، فقام لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فأجلسہ بین یدیہ.

’’ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی والد ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر مبارک ان کے لیے بچھائی، پھر رضاعی والدہ آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر مبارک کی دوسری جانب ان کے لیے بچھا دی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام فرما ہو کر ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔‘‘

1. إبوداود، السنن، کتاب الأدب، باب فی برّ الوالدین، 4 : 337، رقم: 5145
2. قزوینی، التدوین فی إخبار قزوین، 2 : 455
3. عسقلانی، فتح الباری، 11 : 52

اِس حدیث شریف سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رضاعی والدین کے لیے تعظیماً کھڑے ہونے کا اِثبات ہے۔

4۔ حضرت اُم فضل رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

إِنّ النّبیّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلما رآہ، قام إِلیہ وقبّل مابین عینیہ، ثم إِقعدہ عن یمینہ.

’’بے شک حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی پیشانی چوم کر اپنی دائیں طرف بٹھا لیا۔‘‘

1. طبرانی، المعجم الأوسط، 10 : 116، رقم: 9246
2. طبرانی، المعجم الکبیر، 10 : 235، رقم: 10580
3. ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، 9 : 275
4. خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 1 : 63

نماز اللہ کے لیے اور اِقامت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے

جمہور اہلِ اِسلام کا اِقامتِ نماز کے وقت مسنون اور مستحب طریقہ کے مطابق حی علی الصلوۃ اور قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کا معمول ہے، لیکن اس بات کو شاید ہی کوئی جانتا ہو کہ اس کا آغاز کب اور کیسے ہوا اور کس نے کیا؟ اِقامت کے وقت یہ قیام فی الحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِکرام و تعظیم کے لیے تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا معمول تھا کہ جب وہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِقامتِ نماز کے لیے آتا دیکھتے تو اَدَباً و اِحتراماً کھڑے ہو جاتے۔ اس طرح یہ قیام اقامت کے لیے نہیں بلکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِکرام کے لیے ہوتا تھا جس سے در حقیقت یہ اِطلاع دینا مقصود ہوتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ اِس بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی نماز اللہ کے لیے اور اِقامت ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہوتی تھی۔ یہ انتہائی اہم نکتہ ہے جس کی وضاحت درج ذیل ہے:

آج کے دور میں ہر نماز کا وقت گھنٹوں اور منٹوں کے حساب سے مقرر ہے۔ مقررہ وقت پر اذان کہی جاتی اور بعد ازاں مقررہ وقت پر اقامت کہہ کر نماز ادا کی جاتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جب وقت کا موجودہ نظام متعارف نہیں ہوا تھا نماز کے لیے قیام کا طریقہ کار کیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ

عنھم فرض نمازوں کی اذان سننے کے بعد مسجد میں آکر سنتیں ادا کرتے اور صف بہ صف بیٹھ کر نماز کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے منتظر رہتے۔ ان کے فرض نماز ادا کرنے کا وقت فقط آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں تشریف آوری کا وقت ہوتا۔ ہر کوئی اس وقت تک بیٹھا رہتا جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف نہ لاتے۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے وہی نماز کا وقت ہوتا۔
فرض نمازوں کی ادئیگی کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اِسی فارمولا پر عمل کرتے تھے۔

مؤذنِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کہنے کے بعد ایک جگہ اوٹ میں کھڑے ہو کر آقا علیہ السلام کے حجرۂ مبارک کی طرف نظریں مرکوز کیے رہتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے باہر تشریف آوری کے منتظر رہتے۔ ادھر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم بھی صفیں آراستہ کیے انتظار کی حالت میں ہوتے کہ کب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امامت کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرۂ مبارک سے باہر نکلنے سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک کونے میں گوش برآواز رہتے اور حجرے کے دروازے کا پردہ سرکنے کی آواز سنتے ہی اگلی صف میں آکر اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا بلند کرنے لگتے۔ اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم جان لیتے کہ آقا علیہ السلام اپنے حجرۂ مبارک سے مسجد میں تشریف لے آئے ہیں اور وہ اپنی اپنی صفوں

میں سراپا ادب و تعظیم بنے کھڑے ہو جاتے۔ یہ قیامِ تعظیم تھا جو ایک شعار اور سنت بن گیا۔

1۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

کان بلال یؤذّن إذا دحضت فلا یقیم حتی یخرج النّبیّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فإذا خرج إقام الصلاۃ حین یراہ.

''جب نماز کا وقت ہو جاتا تو بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے لیکن اُس وقت تک اِقامت نہ کہتے جب تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف نہ لے آتے، اور جب بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشریف لاتے ہوئے دیکھتے تو نماز کے لیے اِقامت کہتے۔''

1. مسلم، الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب متی یقوم الناس للصلاۃ، 1 : 423، رقم: 606

2. ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء إن الإمام إحق بالإمامۃ، 1 : 391، رقم: 202

3. اِحمد بن حنبل، المسند، 5 : 104، رقم: 21039

4. اِبو عوانۃ، المسند، 1 : 372، رقم: 1350

حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِقامت کے لیے نہیں بلاتے تھے کہ حضور! نماز کا وقت ہو گیا ہے، باہر تشریف لے آئیں۔ اِقامت سے مراد صحابہ رضی اللہ عنھم کو اِطلاع دینا ہوتی تھی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے تشریف لے آئے ہیں، تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاؤ! آج بھی اِقامت کے دوران میں کھڑے ہونا صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے قیامِ اِستقبال و تعظیم کی سنت کی پیروی ہے۔

ایک قیام حضرت بلال رضی اللہ عنہ آغازِ اِقامت میں کرتے اور دوسرا صحابہ رضی اللہ عنھم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر کرتے۔ قاضی عیاض (476۔ 544ھ) اِس حدیث کی شرح میں قیام کی یہی دو قسمیں زیر بحث لائے ہیں۔ اُنہوں نے دونوں کے درمیان تقابل کرتے ہوئے خلاصہ یوں بیان کیا ہے:

بأن بلالًا رضی اللہ عنہ کان یراقب خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من حیث لا یراہ غیرہ إوإلا القلیل، فلأوّل خروجہ إقام ہو: ثم لا یقوم الناس حتی یظہر للناس ویروہ، ثم لا یقوم مقامہ حتی یعدلوا صفوفہم.

’’حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک ایسی جگہ پر کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کا انتظار کرتے رہتے تھے جہاں انہیں کوئی اور نہ دیکھ سکتا یا چند لوگ دیکھ سکتے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حجرے سے باہر تشریف آوری کے ساتھ ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ اقامت کہتے اور لوگ اس وقت تک کھڑے نہیں ہوتے تھے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سامنے ظاہر نہ ہو جاتے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ نہ لیتے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ پر کھڑے نہ ہوتے تھے یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اپنی صفوں کو سیدھا کر لیتے۔‘‘

قاضی عیاض، إکمال المعلم بفوائد مسلم، 2 : 556، 557

قاضی عیاض مزید لکھتے ہیں:

وفیہ إن القیام للصّلاۃ لا یلتزم بابإ قامۃإو قولہ : قد قامت الصلاۃإو حیّ علی الفلاح، علی مانذکرہ من اختلاف العلماء، وإنما یلزم بخروج الإمام.

’’اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز کے لیے کھڑا ہونا اِقامت کے ساتھ خاص نہیں ہے یا یہ کہنا کہ یہ ’’قد قامت الصلوٰۃ‘‘ یا ’’حی علی الفلاح‘‘ کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ مصنف نے اِس بارے میں علماء کا اختلاف بیان کیا ہے بلکہ یہ امام کے نماز کے لیے نکلنے کے ساتھ خاص ہے۔‘‘

قاضی عیاض، إکمال المعلم بفوائد مسلم، 2 : 556

امام بدر الدین عینی اس حوالے سے فرماتے ہیں :

وجہ الجمع بینہما إن بلالًا کان یراقب خروج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من حیث لا یراہ غیرہ إوإلا القلیل، فعندإول خروجہ یقیم ولا یقوم الناس حتی یروہ، ثم لا یقوم مقامہ حتی یعدل الصفوف.

”میں کہتا ہوں کہ ان دو باتوں میں اس طرح تطبیق ہوسکتی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک ایسی جگہ پر کھڑے ہو کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کا اِنتظار کرتے تھے جہاں ان کو کوئی نہ دیکھ سکے یا چند لوگ دیکھ سکیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باہر تشریف آوری کے ساتھ ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کھڑے ہو جاتے اور لوگ اُس وقت تک (نماز کے لیے) کھڑے نہ ہوتے جب تک کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ نہ لیتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مصلّٰی پر اُس وقت تک کھڑے نہ ہوتے جب تک (صحابہ کی) صفیں نہ سیدھی کروا لیتے۔“

عینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، 5 : 154

یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ایک عاشقانہ خواہش کی تکمیل کا ذریعہ تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے پہلے وہ زیارت کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کرنے والے لوگوں میں ان کی آنکھیں سب سے پہلے جلوۂ یار پر مرکوز ہوں اور چہرۂ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تکنے والوں میں وہ سب سے بازی لے جائیں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر کے کلمات گویا اعلان ہوتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم یہ اعلان سنتے ہی کھڑے ہو جاتے۔ ایسا بار بار تسلسل کے ساتھ ہوتا رہا، کبھی ایسا ہوتا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حجرۂ مبارک سے مسجد میں داخل ہونے کے بعد کسی کام کے باعث واپس چلے جاتے۔ جب متعدد بار ایسا ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنھم سے کہا کہ وہ اقامت کی اِبتدا میں نہ کھڑا ہوا کریں اور صرف اسی وقت کھڑے ہوں جب وہ مجھے جائے نماز پر کھڑا ہوتے دیکھیں۔ اس طرح یہ ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے حکم کی بنیاد بن گیا جس میں حی علی الصلٰوۃ اور قد قامت الصلٰوۃ کے کلمات کی ادائیگی کے وقت کھڑا ہونا مقصود تھا۔

2۔ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

اِقیمت الصلاۃ فقمنا فعدّلنا الصفوف قبل إن یخرج إلینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فأتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتی إذا قام فی مصلاہ قبل إن یکبّر ذکر فانصرف، وقال لنا مکانکم فلم نزل قیاماً ننتظرہ حتی خرج إلینا.

’’نماز کے لیے اِقامت کہہ دی گئی تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز کے لیے تشریف لانے سے قبل ہی کھڑے ہو کر اپنی صفیں سیدھی کرلیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نماز کی جگہ

کھڑے ہو گئے۔ تکبیر کہنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی بات یاد آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس مڑے اور ہمیں فرمایا: اپنی جگہ پر کھڑے رہو اور ہم قیام کی حالت میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے۔"

1. مسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب متی یقوم الناس للصّلاة، 1 : 422، رقم: 605

2. بیہقی، السنن الکبری، 2 : 398، رقم: 3874

پھر صحابہ رضی اللہ عنھم کا معمول بن گیا کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر ہی کھڑے ہوتے تھے قطع نظر اس سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرے سے باہر آ رہے ہیں یا کہیں اور سے، ان کا کھڑا ہونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے لیے ہوتا۔ یہ موقف درج ذیل احادیث سے پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے:

3۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إذا اِقيمت الصلاة فلا تقوموا حتی ترونی.

’’جب نماز کے لیے اِقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک نہ کھڑے ہوا کرو جب تک مجھے نہ دیکھ لو (صرف میری آمد پر کھڑے ہوا کرو)۔‘‘

.1 بخاری، الصحیح، کتاب الأذان، باب متی یقوم الناس إذا راوا الإمام عند الإقامۃ، 1 : 228، رقم: 611

.2 مسلم، الصحیح، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب متی یقوم الناس للصلاۃ، 1 : 422، رقم: 604

.3 ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الجمعۃ، باب کراہیۃ ان ینتظر الناس الإمام وہم قیام عند افتتاح الصلاۃ، 2 : 287، رقم: 592

یہ حدیث ’’صحیح بخاری،‘‘ ’’صحیح مسلم‘‘ اور ’’جامع ترمذی‘‘ کی ہے جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِقامتِ صلوٰۃ کے حوالہ سے اُمت کو دوسرا حکم دیا جس نے صحابہ رضی اللہ عنھم کے پہلے معمول کو تبدیل کر دیا جس کی رُو سے ائمہ حدیث کے مطابق وہ تکبیر کی صدا سن کر کھڑے ہوتے تھے۔

اِمام بخاری (194۔256ھ) اِس حدیث کو کتاب الاذان کے باب متی یقوم الناس اذا راوا الامام عند الاقامۃ (لوگ اِقامت کے وقت جب امام کو دیکھیں تو کب کھڑے ہوں؟)، امام مسلم (206۔261ھ) کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ کے باب متی یقوم الناس للصلاۃ (لوگ نماز کے لیے کب کھڑے ہوں؟) اور امام ترمذی (210۔279ھ) اسے کتاب الجمعۃ کے باب کراہیۃ ان ینتظر الناس الامام وہم قیام عند افتتاح الصلاۃ (آغازِ نماز کے وقت لوگوں کے کھڑے ہو کر امام کے اِنتظار کرنے کی ناپسندیدگی) کے تحت لائے ہیں۔ اِن اَبواب میں موضوع کی تشریح و توضیح کے لیے اَئمہ کرام جو احادیث لائے ہیں وہ قیام ہی کے حوالے سے ہیں، اس سے وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مقتدی حضرات نماز کے لیے اِمام کی موجودگی یا غیر موجودگی میں کب کھڑے ہوں؟ اُنہوں نے تصریح کر دی ہے کہ دورانِ اِقامت وقتِ قیام کا اِنحصار امام کو دیکھنے پر ہے اور اُس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے امام، اِمام الانبیاء حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم یہ تھا کہ ’’جب اِقامت پڑھی جائے تو اس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک کہ مجھے دیکھ نہ لو۔‘‘ حدیث کے یہ الفاظ غور طلب ہیں۔ اگر ادب کرانا ملحوظ نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اقامت کی تکبیر کے ساتھ ہی کھڑے ہونے کا حکم دے دیتے جب کہ اس کے برعکس انہیں کہا گیا کہ جب تم دیکھ لو کہ

میں امامت کے لیے آگیا ہوں تو بلاتاخیر میرے لیے کھڑے ہو جایا کرو۔ پس ثابت ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنھم کا قیام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تھا نہ کہ نماز کے لیے اور یہ قیامِ استقبال اور قیامِ تعظیم تھا۔

4۔ یہی روایت امام بخاری (194۔256ھ) نے دوسرے طریق سے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے یوں بیان کی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إذا اِقیمت الصلاۃ، فلا تقوموا حتی ترونی، وعلیکم بالسکینۃ.

’’جب نماز کے لیے اِقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے دیکھ نہ لو اور تم اپنے اوپر سکون کو لازم رکھو (یعنی نماز کے قیام میں عجلت سے کام نہ لو)۔‘‘

.1 بخاری، الصحیح، کتاب الأذان، باب لایسعی إلی الصلاۃ مستعجلًا ولیقم بالسّکینۃ والوقار، 1 : 228، رقم: 612
.2 ابن حبان، الصحیح، 5 : 51، رقم: 1755

اِس حدیث سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو یہ حکم تھا کہ جب تک کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھ لیں دورانِ اِقامت کھڑے نہ ہوں۔ اس حکم سے یہ ثابت ہوا کہ تکبیر تحریمہ پر نماز کا قیام تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جب کہ اقامت پر قیام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہے۔ اللہ رب العزت نے نماز اپنے لیے اور اقامت اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مقرر کر رکھی ہے۔ لہٰذا آغازِ نماز میں پہلا قیامِ اِقامت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جب کہ دوسرا قیام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہے۔

5۔ اسحاق نے اپنی روایت میں معمر اور شیبان سے حدیث بیان کرتے ہوئے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے:

حتی ترونی قد خرجت.

”یہاں تک کہ تم مجھے (نماز کے لیے) نکلتا ہوا دیکھ لو۔“

1. مسلم، الصحیح، کتاب الأذان، باب متی یقوم الناس للصلاۃ، 1 : 422، رقم : 604

2. ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الجمعۃ، باب کراہیۃ اِن ینتظر الناس الامام وہم قیام عند افتتاح الصلاۃ، 2 : 487، رقم : 592

3. اِبو داود، السنن، کتاب الصلاۃ، باب فی الصلاۃ تقام ولم یأت الاِمام ینتظرونہ قعودا، 1 : 148، رقم : 540

4. اِبو عوانۃ، المسند، 2 : 28

5. عبد بن حمید، المسند، 1 : 95، رقم : 189

6. بیہقی، السنن الکبری، 2 : 20، رقم : 2120

10۔ لوگ ''صحیح مسلم'' کا مطالعہ تو کرتے ہیں لیکن وہ اس نکتہ کو سمجھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے جو امام مسلم (206۔261ھ) نے درج ذیل حدیث میں بیان کیا ہے۔
صحیح مسلم کی درج ذیل حدیث کے منتخب الفاظ اور صحابہ رضی اللہ عنھم کے کلام سے بالخصوص متذکرہ بالا نکتہ اَلم نشرح ہو جاتا ہے۔ یہ اہم حدیث جسے ہم حدیثِ عشق بھی کہہ سکتے ہیں اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَدب و توقیر کی تعلیم مضمر ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

إن الصلاة كانت تقام لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.

”بے شک نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لیے کھڑی کی جاتی تھی۔“

آگے بیان کرتے ہیں کہ یہ ہماری اِقامتِ نماز صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے لیے ہوتی تھی۔ اس کی توجیہہ انہوں نے یہ بیان کی ہے:

فیأخذ الناس مصافهم قبل إن یقوم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقامہ.

”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (مصلی پر) اپنی جگہ پر کھڑے ہونے سے پہلے ہی لوگ اپنی ”جگہوں“ پر کھڑے ہو جاتے۔“

1. مسلم، الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب متی یقوم الناس للصلاۃ، 1 : 423، رقم: 605

2. إبو داود، السنن، کتاب الصلاۃ، باب فی الصلاۃ تقام ولم یأت الإمام ینتظرونہ قعوداً، 1 : 148، رقم: 541

اِس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نماز کی اِقامت اس لیے کہی جاتی تھی تا کہ لوگوں کو مطلع کیا جائے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصلیٰ پر آمد سے پیشتر ہی اپنی صفیں باندھ لیں اور اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو جائیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ لوگ نماز کے لیے صفیں بنا لیتے بلکہ یہ کہا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کے لیے تشریف لانے اور مصلیٰ کو زینت بخشنے سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِستقبال و پذیرائی کے لیے صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاتے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ قیام قیامِ اِستقبال اور قیامِ تعظیمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا، قیامِ نماز کے لیے نہ تھا۔

(5) قیامِ اِکرامِ اِنسانی

میت کا اِحترام اِکرام لِلاِنسان کے زمرے میں آتا ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ سے ثابت ہے۔ اس حوالے سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنازے کے احترام میں کھڑے ہو جاتے تھے خواہ وہ کسی غیر مسلم کا بھی ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قیام جسدِ اِنسانی کے اکرام کی وجہ سے ہوتا۔

1۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إذا رأيتم الجنازة فقوموا حتی تخلفکم.

”جب تم کوئی جنازہ دیکھو تو اِحتراماً کھڑے ہو جایا کرو یہاں تک کہ وہ تمہارے پاس سے گزر جائے۔“

.1 بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب القیام للجنازة، 1 : 440، رقم: 1245

.2 نسائی، السنن الکبری، 1 : 625، رقم: 2042

.3 ابن حبان، الصحیح، 7 : 323، رقم: 3051

.4 بیہقی، السنن الکبری، 4 : 25، رقم: 6660

2۔ دوسری روایت حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إذا رایتم الجنازة فقوموا لها، حتی تخلفکم إو توضع.

”جب تم کوئی جنازہ دیکھو تو اِحتراماً کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ تمہارے پاس سے گزر جائے یا کندھوں سے رکھ دیا جائے۔“

1. مسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب القیام للجنازة، 2 : 659، رقم: 958
2. ترمذی، السنن، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی القیام للجنازة، 3 : 360، رقم: 1042
3. إبوداود، السنن، کتاب الجنائز، باب القیام للجنازة، 3 : 203، رقم: 3172
4. ابن ماجہ، السنن، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی القیام للجنازة، 1 : 492، رقم: 1542
5. حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 3 : 404، رقم: 5537

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکمِ قیام جسدِ اِنسانی کے احترام میں ہے۔

3۔اِسی اِکرامِ انسانی کے باب میں امام بخاری (194. 256ھ) نے الصحیح کی کتاب الجنائز میں باب من قام لجنازۃ یھودی قائم کیا ہے جو ایک یہودی کے جنازے سے متعلق ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مرّت بنا جنازۃ، فقام لہا النّبیّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقمنا لہ.

’’ایک جنازہ ہمارے سامنے سے گزرا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہوگئے اور ہم سب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوئے۔‘‘

یہاں صحابہ کا مقامِ ادب ملاحظہ کریں کہ وہ جنازہ دیکھ کر بیٹھے نہیں رہے بلکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھڑا ہوتے دیکھ کر فی الفور کھڑے ہوگئے لیکن انہوں نے اپنے دل کی بات بتادی۔ اُنہوں نے عرض کیا:

یارسول اللہ! إنہا جنازۃ یہودی؟

”یارسول اللہ! یہ تو یہودی کا جنازہ ہے۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بات سن لی اور فرمایا:

إذارایتم الجنازۃ فقوموا.

”جب تم جنازہ دیکھو تو (اِحتراماً) کھڑے ہوا کرو۔“

1. بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب من قام لجنازۃ یہودی، 1 : 441، رقم: 1249

2. إحمد بن حنبل، المسند، 3 : 354

3. طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الجنائز، باب الجنازۃ تمر بالقوم إیقومون لھا إم لا، 2 : 14، رقم: 2717

4. بیہقی، السنن الکبری، 4 : 26

قطع نظر اس بات کے کہ یہودی ہے یا مسلمان جب کوئی جنازہ دیکھیں تو اس کے لیے کھڑے ہو جانا چاہیے اور یہ قیام انسان کے مردہ جسم کا اِحترام ہے۔ جہاں تک انسان ہونے کا تعلق ہے یہودی اور مسلمان میں کوئی فرق نہیں، دونوں اِنسان ہیں اور اِحترامِ آدمیت کے اعتبار سے دونوں کا مردہ جسم اِکرام کا مستحق ہے۔

امام بخاری (194۔256ھ)، (1) امام مسلم (206۔261ھ)، (2) امام احمد بن حنبل (164۔241ھ)، (3) امام نسائی (215۔303ھ) (4) اور امام طحاوی (229۔321ھ) (5) اسی ضمن میں مزید احادیث لائے ہیں۔

(1) بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب من قام لجنازۃ یھودی، 1 : 441، رقم : 1250

(2) مسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب القیام للجنازۃ، 2 : 661، رقم : 961

(3) اِحمد بن حنبل، المسند، 6 : 6

1. (4) نسائی، السنن، کتاب الجنائز، باب القیام لجنازۃ اہل شرک، 4 : 45، رقم : 1921
2. نسائی، السنن الکبری، 1 : 626، رقم : 2048

(5) طحاوی، شرح معانی الاآثار، کتاب الجنائز، باب الجنازۃ تمرّ بالقوم اِیقو مون لہا اِم لا، 2 : 13، رقم : 2714

اِن اَحادیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سنت کے ذریعے اُمت کو تعلیم دی ہے کہ لوگ جنازے کے اِکرام کے لیے کھڑے ہو جایا کریں۔
پس وہ لوگ جو قیام کے مطلّقاً قائل نہیں اُنہیں سنتِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی ربط نہیں کیوں کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آقا علیہ السلام نے نماز کے علاوہ بھی مختلف مواقع پر قیام فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حد تک اَخلاقیات کا درس دیا کہ کسی انسان کا جنازہ دیکھ کر قطع نظر اس کے کہ وہ مسلم ہے یا غیر مسلم ہمیشہ کھڑے ہونے کا حکم فرمایا۔ یہ قیام اِکرامِ جسدِ انسانی یعنی آدمیت کے احترام کے لیے قیام کرنا تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔

اگر کسی جنازے یا مردہ لاش کا احترام کرنا اس کا استحقاق ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اسے دیکھ کر کھڑے ہونے کا حکم دیتی ہے تو پھر میلاد پر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام بھیجنے کے لیے کھڑا ہونا اور نعت کی شکل میں گلہائے عقیدت پیش کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے اظہار کے لیے خوشی منانا اور ماہِ میلاد کے استقبال کے لیے خصوصی تقریب کا اہتمام اور قیام کیوں کر غیر شرعی فعل ہو سکتا ہے؟

(6) قیامِ ذکر

قیام کی صورتوں میں سے ایک قیامِ ذکر ہے۔ اِس سے مراد کسی بھی دینی، تبلیغی یا روحانی و تربیتی مقصد کے لیے کھڑا ہونا ہے جیسے درس و تدریس کے لیے معلم کا کھڑا ہونا، خطبہ کے لیے عالم کا کھڑا ہونا اور قاری کا تلاوت قرآن کے لیے کھڑا ہونا۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ.

”یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔“

آل عمران، 3 : 191

سلام محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا ہے (1) جیسا کہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِطاعت کو اپنی اِطاعت، (2) محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معصیت کو اپنی معصیت، (3) محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کو اپنی رضا، (4) محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ادا کو اپنی ادا، (5) محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا کو اپنی ایذا (6) اور محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا۔ (7)

1. الانشراح، 94 : 4

2. ابن حبان، الصحیح، 8 : 175، رقم : 3382

(2) النساء، 4 : 80

1. (3) النساء، 4 : 14

2. الاحزاب، 33 : 36

3. الجن، 72 : 23

(4) التوبۃ، 9 : 62

(5) الانفال، 8 : 17

(6) الاحزاب، 33 : 57

(7) النساء، 4 : 14

ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکرِ خدا ہے

خالقِ کائنات نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم، عجز و اِنکسار اور مقامِ عبدیت میں درجۂ کمال پر پہنچنے کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو دنیا کی ہر چیز پر بلندی ورفعت کا مورِد ٹھہرایا۔ اِرشاد فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَO

''اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذِکر (اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند کر دیا''o

الانشراح، 94 : 4

اِس اِرشادِ خداوندی کی تفسیر ایک حدیث مبارکہ کے مضمون سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

إنَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: إتاني جبريل، فقال: إن ربّي وربّك يقولُ لك: كيف رفعتُ ذكرك؟ قال: اللہ اعلمُ. قال: إذا ذُكرتُ ذُكرتَ معي.

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبریل آئے اور انہوں نے کہا: بے شک آپ کا اور میرا رب آپ سے اِستفسار فرماتا ہے: میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے حبیب!) جب میرا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ کا ذکر میرے ذکر کے ساتھ کیا جاتا ہے۔"

1. ابن حبان، الصحیح، 8 : 175، رقم: 3382

2. ابو یعلی، المسند، 2 : 522، رقم: 1380

3۔ خلال نے "السنة (1 : 262، رقم: 318)" میں اِس کی اسناد کو حسن قرار دیا ہے۔

4. دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، 4 : 405، رقم: 7176

.5ہیثمی، موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان: 439، رقم: 1772

.6ابن ابی حاتم رازی، تفسیر القرآن العظیم، 10 : 3445، رقم: 19393

.7ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 8 : 712

.8ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 4 : 524

.9سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، 8 : 549

اِس حدیثِ قدسی کی رُو سے ذکرِ الٰہی اور ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ساتھ کرنا ضروری ہے۔ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے الگ نہ کیا جائے۔ بصورتِ دیگر وہ عمل بارگاہِ صمدیت میں شرفِ قبولیت حاصل نہیں کر سکے گا۔

چوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ ملایا ہے، اِس لیے یہ دونوں ذکر ایک ساتھ ایک ہی حالت میں کرنا جائز ہے۔ ذکرِ خدا بہ حالتِ قیام جائز ہے تو ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ صورتِ درود و سلام بھی جائز ہے۔

(7) قیامِ صلوٰۃ وسلام

قیام کی متعدد صورتوں میں سے ایک قیامِ سلام ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر صلوٰۃ وسلام اَدب و تعظیم سے سرشار کیفیت میں کھڑے ہو کر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ قیام متعدد درجاتِ قیام کا مجموعہ ہے، مثلًا قیامِ محبت، قیامِ فرحت، قیامِ تعظیم، قیامِ ذکر اور قیامِ صلوۃ وسلام جب ہم محفلِ میلاد میں قیامِ سلام کو لیتے ہیں جس میں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سلام پڑھا جاتا ہے تو پھر قیام اور عدمِ قیام کی تمیز پر مبنی ساری بحث محض سعی لاحاصل ہے۔ اس کا میلاد سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ قیام قیامِ استقبال ہے ہی نہیں۔ اس لیے ہم سرے سے اس بحث ہی کو لغو سمجھتے ہیں کہ استقبال کے لیے قیام کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ درحقیقت یہ قیامِ تعظیم ہوتا ہے بلکہ اس پر مستزاد قیامِ فرحت اور قیامِ محبت اس کا محرک ہے۔ قیام کی یہ تمام صورتیں بلاخوفِ تردید حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر مبنی ہیں اور اس پر کسی قسم کی اختلاف رائے یا تکرار کرنے کا کوئی محل نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں ادب و نیاز سے کھڑے ہو کر سلام پیش کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے۔

1۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروِی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفرِ معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مررتُ علٰی موسٰی وہو یُصلّی فی قبرہ.

’’میں موسٰی (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں صلاۃ پڑھ رہے تھے۔‘‘

1. مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب فضائل موسی علیہ السلام، 4 : 1845، رقم : 2375

2. نسائی، السنن، کتاب قیام الیل و تطوع النہار، باب ذکر صلاۃ نبی اللہ موسی علیہ السلام، 3 : 151، رقم: 1637

3. نسائی، السنن الکبری، 1 : 419، رقم: 1329

4. احمد بن حنبل، المسند، 3 : 120

5. ابن حبان، الصحیح، 1 : 241، رقم: 49

6. ابو یعلی، المسند، 7 : 127، رقم: 4085

2۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی سے ایک دوسری سند سے مروی حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مررتُ علٰی موسٰی لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر، وہو قائم یصلّی فی قبرہ.

’’میں معراج کی رات سرخ ٹیلہ کے مقام پر موسٰی (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا تو (میں نے دیکھا کہ) وہ اپنی قبر میں کھڑے صلاۃ پڑھ رہے تھے۔‘‘

1. مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب فضائل موسی علیہ السلام، 4 : 1845، رقم : 2375

2. احمد بن حنبل، المسند، 3 : 148

3. بیہقی، دلائل النبوۃ و معرفۃ احوال صاحب الشریعۃ، 2 : 387

4. سبکی، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام : 137

5. مقریزی، إمتاع الأسماع بما للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الأحوال والأموال والحفدۃ والمتاع، 8 : 250

6. مقریزی، إمتاع الأسماع بما للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الأحوال والأموال والحفدۃ والمتاع، 10 : 304

7. سیوطی، الحاوی للفتاوی : 668

8. سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : 168

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیج رہے تھے، اس کی وضاحت لفظ صلوٰۃ کی ذیل میں دی گئی بحث سے ہو جائے گی :

)ا) صلوٰۃ کا معنی۔ درود و سلام

عام طور پر کتابوں میں ان احادیث مبارکہ کا یہ ترجمہ لکھا ہوا ملتا ہے کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزر ہوا تو وہ اپنی قبر انور میں نماز ادا کر رہے تھے۔ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سفرِ معراج کے اس مرحلہ میں مترجمین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے :

ہو قائم یصلّی فی قبرہ.

)''موسیٰ علیہ السلام) اپنی قبر میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے یا وہ نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہو رہے تھے۔''

لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالتِ قیام میں صلوٰۃادا کرنے سے راقم نے صلوٰۃ (درود) پڑھنے کا جو نتیجہ اَخذ و مستنبط کیا ہے وہ حدیث سے متعارض نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سمیت دیگر تمام انبیاء بیت المقدس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لیے جمع تھے۔ تمام انبیاء علیھم السلام کو بھی اس بات کا علم تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس رات سفر معراج شروع ہو چکا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں ان کی امامت فرمائیں گے اور یہ امامت لیلۃالمعراج کے اگلے مرحلے پر روانہ ہونے سے پہلے ہوگی، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آسمانوں پر بھی ملاقات ہونا تھی اور یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام مقامِ قدس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کرنے والے بھی تھے۔ پھر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفر کسی دنیاوی سواری پر نہیں بلکہ بڑاق پر تھا جس کی رفتار کا اِنسانی عقل اندازہ بھی نہیں کر سکتی۔ وہ بڑاق آنِ واحد میں اتنی مسافت طے کر لیتا تھا جو روشنی کی رفتار سے بھی کئی گنا زیادہ تھی۔ یہ سب جانتے ہوئے کیوں کر ممکن تھا کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرے تو وہ محض نمازِ نفل ادا

کررہے ہوں، اگر کوئی فرض نماز ہوتی تو یہ بات قرین فہم ہوتی لیکن وصال کے بعد کوئی فرض نماز نہیں ہوتی جو قبر میں ادا کی جائے۔ دنیاوی زندگی گزارنے کے بعد برزخی زندگی میں کوئی فرائض وواجبات نہیں رہتے اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام قبور میں جو اعمال بجالاتے ہیں ان کی حیثیت نفلی عبادت کی ہوتی ہے جو ایک اضافی معاملہ ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجدِ حرام سے سفر معراج پر روانہ ہو رہے ہیں اور ان کا گزر اس طرف سے ہوگا۔ اس لیے یہ بات قابل فہم نہیں کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر معراج کے مرحلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزر رہے ہوں اور وہ اس وقت نفل نماز ادا کرنے میں مصروف ہوں۔ چنانچہ مذکورہ بالا احادیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیج رہے تھے۔ یہ مفہوم متنِ حدیث کے خلاف نہیں کیوں کہ تمام انبیاء جانتے تھے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المقدس میں امامت فرمانی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں بحیثیت مقتدی شریک نماز ہونا تھا اس لیے اس وقت یہاں قبر میں نماز پڑھنے کا معاملہ سمجھ سے بالاتر ہے۔

(ب) صلوٰۃ کے لغوی معانی

وھو قائم یصلی فی قبرہ کے صحیح مفہوم کی روشنی میں لفظ صلوٰۃ کا معنی نماز نہیں بلکہ درود وسلام پڑھنا ہے کیونکہ صلوٰۃ کا لفظ صرف نماز کے لیے ہی استعمال نہیں ہوتا بلکہ رحمت بھیجنا، تعریف کرنا اور درود وسلام پڑھنا جیسے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

امام مرتضٰی الزبیدی صلوٰۃ کا معنی لکھتے ہیں:

وقال ابن الأعرابی: الصلاۃ من اللہ الرحمۃ، ومنہ (ہُوَالَّذِی یُصَلِّی عَلَیْکُمْ) (1) ای یرحم. (2)

''ابن اعرابی کہتے ہیں: اللہ کی طرف سے صلاۃ کا معنی ''رحمت ہے۔'' یہی اس آیت کا معنی ہے: (وہی ہے جو تم پر صلاۃ بھیجتا ہے) یعنی جو تم پر رحمت بھیجتا ہے۔''

(1) الأحزاب، 33 : 43

(2) زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، 19 : 607

ابن منظور (630. 711ھ) اِرشادِ باری تعالی۔اُولَـٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ کے تحت لکھتے ہیں:

البقرة، 2 : 157

فمعنی الصلوات ہہنا الثناء علیہم من اللہ تعالیٰ.

''یہاں صلوات سے مراد ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعریف کا ہونا ہے۔''

ابن منظور، لسان العرب، 14 : 465

(ج) لغوی معانی کا اِطلاق

لفظِ صلوۃ کے انہی معانی کا اطلاق درج ذیل آیات کریمہ اور حدیث مبارکہ میں کیا گیا ہے:

1۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا O

’’بے شک اللہ اور اُس کے (سب) فرشتے نبیِّ (مکرمّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو‘‘ o

الاحزاب، 33 : 56

2۔ دوسرے مقام پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ.

’’وہی ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، تاکہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے۔‘‘

القرآن، الأحزاب، 33 : 43

3۔ حدیث مبارکہ میں بھی یہ لفظ کثرت کے ساتھ درود کے معنٰی میں آیا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من صلی علیّ صلاۃ، صلی اللہ علیہ بہا عشراً وکتب لہ بہا عشر حسنات.

''جس نے مجھ پر درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اُس پر دس رحمتیں بھیجے گا اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دے گا۔''

ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 2 : 354، رقم: 484

اِس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مندرجہ بالا اَحادیث مبارکہ میں صلوٰۃ کا مفہوم حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحمت اور سلام بھیجنا ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام پڑھتے ہوئے کر رہے تھے۔

امام شعرانی (898۔973ھ) الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر میں شبِ معراج کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

’’جب صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ سے آگے اپنی سواری براق کو چھوڑ کر رفرف پر اس مرحلہ تک عروج کر گئے جو ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقامِ دَنٰی فَتَدَلّٰی پر اللہ رب العزت کے حضور باریابی سے مشرف ہوئے تو اس جگہ جہاں محب و محبوب کے سوا اور کوئی نہ تھا باری تعالیٰ آپ سے ہم کلام ہوئے اور یہ آواز آئی:

یا محمد! قف، إن ربک یصلی.

''اے پیارے محمد ! ٹھہر جایئے، آپ کا رب آپ پر درود بھیج رہا ہے۔''

شعرانی، الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، 2 : 367

قرائن بتا رہے ہیں کہ وہ صلوٰۃ جو شبِ اسریٰ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھیج رہا تھا وہی صلوٰۃ اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام پڑھ رہے تھے۔ اُس رات حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر انور میں کوئی نفل نماز نہیں بلکہ صلوٰۃ وسلام کا وظیفہ کر رہے تھے۔ یہ صلوٰۃ صلوٰۃ مبارک باد، صلوٰۃ تعظیم و توقیر اور صلوٰۃ اِحترام تھا۔

اِس تفصیل سے واضح ہوا کہ صلوٰۃ کے مفہوم کو صرف نماز تک محدود نہ کیا جائے بلکہ یہ رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ اور برکت بھیجنے کا عمل تھا اور یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سلام تھا جس کے آئینہ دار قائم یصلی کے اَلفاظِ حدیث ہیں۔ اِسی واقعہ کی اطلاع ہمیں مخبرِ صادق رسولِ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی اور بتایا کہ سفرِ معراج کے ابتدائی مرحلہ میں انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہ حالتِ صلوٰۃ دیکھا۔ دوسرے لفظوں میں وہ کھڑے تھے اور صلوٰۃ وسلام پڑھ رہے تھے۔

آپ دونوں میں سے کسی بات کو تسلیم کر لیں اور اِس اَمر پر اپنی توجہ مرکوز کریں کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو یہ اطلاع کیوں فراہم کی؟ اگر یہ محض نماز کا معاملہ ہوتا تو یہ اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تھا۔ ہر پیغمبر اپنی قبر انور میں نفل ادا کرتا ہے، یہ کوئی خلافِ معمول بات نہیں۔ لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ سفرِ معراج کے مرحلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں امت کو یہ بتانے میں کیا نکتہ اور حکمت کارفرما تھی؟ دراصل بتانا یہ مقصود تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہیں اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر معراج کے دوران میں اُن کی قبر کے پاس سے گزرے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ (درود) پڑھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس موضوع پر امت کو آگاہی دینے کا مقصد انہیں قیامِ سلام کے آداب سمجھانا تھا۔

3۔ صحیح مسلم کی کتاب الایمان کے باب ذکر المسیح بن مریم والمسیح الدجال میں اس مضمون کی ایک اور حدیث وارد ہوئی ہے۔ امام سخاوی (831۔902ھ) نے القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ حدیث سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے باب میں صلوٰۃ وسلام کے حوالے سے بیان کی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قد رایتنی فی جماعۃ من الانبیاء، فإذا موسی قائم یصلی، فإذا رجل ضرب جعد کانہ من رجال شنوءۃ.

”تحقیق میں نے اپنے آپ کو انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں دیکھا تو موسیٰ کھڑے صلوٰۃ پڑھ رہے تھے، وہ شنوءہ قبیلے (کے لوگوں) کی طرح درمیانے قد کے اور گھنگریالے بالوں والے تھے۔“

وإذا عیسی ابن مریم علیہ السلام قائم یصلّی، إقرب الناس بہ شبہاً عروۃ بن مسعود الثقفی.

”اور عیسیٰ بن مریم کھڑے صلوٰۃ پڑھ رہے تھے، ان سے قریباً ہم شکل عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔“

وإذإإبراہیم قائم یصلی،إشبہ الناس بہ صاحبکم (یعنی نفسہ)، فحانت الصلاۃ فأممتھم.

”اور ابراہیم بھی کھڑے صلوٰۃ پڑھ رہے تھے، سب سے زیادہ اُن کے ہم شکل تمہارے صاحب (یعنی میں) ہوں، اِس کے بعد نماز کھڑی ہو گئی اور میں نے اُن کی اِمامت کروائی۔“

1. مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب ذکر المسیح بن مریم والمسیح الدجال، 1 : 157، رقم: 172

2. خطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب إحوال القیامۃ وبدء الخلق، 3 : 379، رقم: 5866

3. بیہقی، دلائل النبوۃ ومعرفۃ إحوال صاحب الشریعۃ، 2 : 387

4. سبکی، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام: 135، 138

5. مقریزی، إمتاع الأسماع بما للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الأحوال والأموال والحفدۃ والمتاع، 8 : 249

6. سخاوی، القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: 168

اس روایت سے مترشح ہو رہا ہے کہ شبِ اسریٰ ہر پیغمبر حالتِ قیام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھ رہا تھا۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام اَنبیاء کی اِمامت کرائی۔

قیامِ میلاد لمحہ موجود میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے لیے نہیں ہوتا

قیام کے موضوع پر یہ حوالہ جات بالصراحت اِس اَمر پر دلالت کرتے ہیں کہ ہم قیام کیوں اور کس لیے کرتے ہیں؟ یہاں ایک شبہ کا اِزالہ اَز حد ضروری ہے کہ معاذ اللہ ہم ہرگز یہ نہیں سمجھتے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت لمحۂ موجود میں ہوئی ہے، لہٰذا ہمیں قیام کرنا ہے یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مجلس میں تشریف لا رہے ہیں اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد پر قیام کر رہے ہیں۔ یہ کسی مسلمان کا عقیدہ ہے نہ ہمارا قیامِ اِستقبال کا مظہر ہے۔ یہ بھی نہیں کہ جو محفلِ میلاد میں شرکت کے لیے آئے ہیں ان کے لیے قیام کرنا چاہیے۔ تاہم یہ بات ممکنات میں سے ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روحانی طور پر محفل میلاد میں تشریف لائیں۔ روحانی اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایسا کرنا ناممکن نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں چاہیں روحانی طور پر تشریف لے جا سکتے ہیں۔ جسمانی طور پر اس

لیے نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اقدس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ پاک میں قبر انور کے اندر استراحت فرما رہا ہے، لیکن ملائکہ اور عالمِ اَرواح کے کسی فرد کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی جگہ اور کسی مقام پر روحانی طور پر آ جا سکتے ہیں۔ اگر کوئی خواب میں یا حالتِ بیداری میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کرتا ہے جیسا کہ متعدد اولیاء کرام کے بارے میں مذکور ہے تو وہ بلا شبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی زیارت سے شادکام ہو رہا ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسمانی طور پر نظر آتے ہیں لیکن وہ الروح التمثیل یا الروح المتمثلۃ کی ایک صورت گری ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے جبرئیل امین یا ملک الموت کسی کو بشری شکل میں دکھائی دے۔ اس حوالے سے کئی مثالیں قرآن و حدیث سے دی جاسکتی ہیں۔

قرآن حکیم میں ہے کہ حضرت جبرئیل امین حضرت مریم علیہا السلام کے پاس جسمانی صورت میں حاضر ہوئے:

فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝

”تو ہم نے ان کی طرف اپنی روح (یعنی فرشتہ جبرئیل) کو بھیجا سو جبرئیل ان کے سامنے مکمل بشری صورت میں ظاہر ہوا“ ۝

مریم، 19 : 17

بَشَرًا سَوِیًّا کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ایک مکمل جیتے جاگتے انسان کی شکل میں سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس آئے اور یہ اس پیکرِ نوری کا اصل جسم نہیں بلکہ متمثل صورت تھی۔ روایات میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بشری صورت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

1. بخاری، الصحیح، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن الإیمان والإسلام والإحسان، 1 : 27، رقم : 50

2. بخاری، الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب قولہ إن اللہ عندہ علم الساعۃ، 4 : 1793، رقم : 4499

3. مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب بیان الإیمان والإسلام والإحسان، 1 : 37، 39، رقم : 8، 9

پس صحیح عقیدہ یہی ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اَطہر اُن کے روضہ پاک میں آرام فرما ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک متمثل ہو کر کہیں بھی جلوہ گر ہوسکتی ہے۔ لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا بے ادبی اور گستاخی کے ذیل میں آئے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر اَطہر سے باہر روحانی طور پر متمثل ہو کر جہاں چاہیں تشریف نہیں لے جا سکتے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ قدرتِ تام حاصل ہے کہ فرشتوں کی طرح جہاں چاہیں اپنی روح پاک کے ساتھ تشریف لے جا سکتے ہیں۔ روح کے اس طرح جسمانی وجود میں نظر آنے کو تمثل الروح یا تجسد الروح سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ سورۃ مریم میں جبرئیل امین علیہ السلام کے باب میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روحانی طور پر جسمانی صورت میں متمثل ہو کر کہیں بھی تشریف لے جا سکتے ہیں لیکن یہ جمہور مسلمین اور اہلِ سنت وجماعت کا کبھی عقیدہ نہیں رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جسمانی وجود کے ساتھ محفل میلاد میں جلوہ گر ہوتے ہیں اور اس بنا پر اہلِ محفل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لیے قیام کرتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو یہ غلط الزام ہے، اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ شرکائے محفلِ میلاد صرف علامتی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کے احترام میں کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہیں۔ یہ قیام اس لیے بھی نہیں کیا جاتا کہ معاذ اللہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لمحۂ موجود میں متولد ہو رہے ہیں۔ کوئی احمق اور فاتر العقل شخص ہی ایسی سوچ رکھ سکتا ہے۔ محفلِ میلاد میں قیام ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب اور

ولادت پاک کو یاد کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت اس قدر شانِ جمال اور عظمتِ بے مثال کی حامل ہے کہ اس کا ذکر بھی بہت فضیلت کا درجہ رکھتا ہے اور اس کی تعظیم اِس اَمر کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات پر سلام پیش کریں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَوصافِ حمیدہ کی تحسین کریں اور ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہایت درجہ اَدب و تعظیم کا مظاہرہ کرتے ہوئے محبت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب جائیں۔

قیامِ میلاد دراصل قیامِ فرحت و مسرت ہے

تذکارِ ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری محبت، چاہت اور الفت کے متقاضی ہیں۔ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ماہِ ولادت (ربیع الاول) آئے تو لازم ہے کہ ہم اللہ رب العزت کے حضور شکرانہ بجالائیں کہ اس نے نوعِ انسانیت کو اتنی بڑی نعمت اور احسانِ عظیم سے نوازا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سے حق و صداقت اور ہدایت کا نور ہر طرف پھیل گیا اور کفر و شرک کے اندھیرے چھٹ گئے۔ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے دنیا کی ان تاریکیوں کو دور کرنے کا سامان کیا جو پوری انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھیں۔ گمراہی و ضلالت کے اندھیروں میں وہ نورِ سرمدی چمکا جس کی ضوء پاشیوں سے ہدایت ربانی کی صبح طلوع

ہوئی۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایام میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمتِ عظمیٰ کی خوشی منانا اور محبت اور اپنائیت سے اس کا ذکر کرنا ہم پر لازم ہے۔ یہ مہینہ اور ولادتِ مبارکہ کا دن اللہ عزوجل کی خصوصی برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ اور دن ہے۔

وہ ساعتیں جب اِس دنیائے آب و گل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی اپنے دامن میں بے اِنتہاء خوشی و مسرت اور فرحت کی دولت لے کر منصہ عالم پر ظہور پذیر ہوئیں۔ اس متاعِ عظیم کی یاد میں قیام کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں سرشار جھوم جھوم کر میلاد پڑھنا سرورِ ایمان کا اِظہار ہے۔ جتنی احادیثِ مقدسہ کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ قیام کا جواز فراہم کرتی ہیں، مدحت و نعت کے گجرے بہ حضور سید خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کرنے کی سند ہمیں متعدد روایات سے ملتی ہے۔ یہ سارا عمل سنت قرار پاتا ہے جس کی تائید تمام ائمۂ حدیث کی روایات اور اَقوال سے ہوتی ہے۔

قیام کی اِس ساری بحث کا خلاصہ ہے کہ ہر ذات کے لیے قیام اُس کے مرتبہ کے لحاظ سے جائز ہے۔ شاگرد اپنے استاد کے لیے اَدباً اور تعظیماً کھڑا ہوتا ہے، میزبان مہمان کے اِستقبال کے لیے کھڑا ہوتا ہے، شیخ مرید کے لیے محبت رکھتے ہوئے کھڑا ہوتا ہے اور بیٹا باپ کے لیے ادباً کھڑا ہوتا ہے۔ قیام کی یہ تمام صورتیں جائز ہی نہیں حباً واجب ہیں۔ ان

میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا اگر ان تمام ذاتوں کے لیے ادباً، تعظیماً، اِکراماً اور فرحت محسوس کرتے ہوئے کھڑا ہونا جائز ہے تو تاجدارِ کائنات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بہ درجہ اَولیٰ جائز ہونے میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔ جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد پر قیام کرتے ہیں تو یہ محبت، فرحت اور خوشی کے اِظہار میں کرتے ہیں، ہم اِس گھڑی کو اپنے تصور وتخیل میں رکھتے ہوئے محبت اور فرحت کا اظہار کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس دنیائے آب وگل میں تشریف لائے۔

ممانعتِ قیام کے اَسباب

جہاں تک قیام کرنے سے منع کرنے کا تعلق ہے وہ اُس شخص کے لیے ہے جو دوسروں سے اِس اَمر کی خواہش اور توقع کرے کہ اُس کے آنے پر لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں۔ حدیث مبارکہ میں اِسی خواہش اور توقع کی مذمت کی گئی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنھم کو اس انداز کے قیام سے منع فرمایا۔ اِمام بخاری (194۔256ھ)، اِمام ترمذی (210۔279ھ) اور اِمام ابو داوُد (202۔275ھ) نے اس مضمون کی ایک حدیث بیان کی ہے جس میں اِمتناعِ قیام کا ذکر کیا گیا ہے اور کسی مجلس میں آنے والے کی ایسی خواہش کی مذمت کی گئی ہے۔ (1) اس کے لیے عاجزی اور تواضع اختیار کرنے کا حکم ہے، البتہ جو لوگ کسی کی آمد کے منتظر ہوں

ان کے لیے حکم ہے کہ وہ اس کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جائیں کہ یہ ادب و تعظیم کا تقاضا ہے۔ اگر اس شخص کے دل میں یہ خواہش انگڑائیاں لینے لگے کہ دوسرے اس کی آمد پر کھڑے ہو جائیں تو یہ قابلِ مذمت ہے۔ اِس رویہ سے تکبر و رعونت کا اظہار ہوتا ہے۔ اِس اِمتناعِ قیام کو اَخلاقی تربیت اور اِسلامی تعلیم کے ایک حصے کے طور پر لیا جائے تاکہ لوگوں کے اندر تواضع و انکساری پیدا ہو۔ اگر کوئی شخص مجلس میں آتا ہے اور اُس کی آمد پر لوگ کھڑے نہیں ہوتے تو اُسے ناراض اور غضب ناک نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ ایسی خواہش اور توقع اِسلامی آداب و اَخلاق کے منافی ہے۔

(1) عن معاویۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: من سرّہ اِن یتمثّل لہ الرّجال قیاما فلیتبوّاِ مقعدہ من النّار.

’’حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جسے یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کے لئے بُت کی طرح کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تیار رکھے۔‘‘

1. ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الآداب، باب ماجاء فی کراہیۃ قیام الرجل للرجل، 5 : 90، رقم: 2755

.2ابو داود، السنن، کتاب الأدب، باب فی قیام الرجل للرجل، 4 : 358، رقم: 5229

.3بخاری، الأدب المفرد: 339، رقم: 977

.4احمد بن حنبل، المسند، 4 : 93، 100

.5طبرانی، المعجم الأوسط، 4 : 282، رقم: 4208

.6طبرانی، المعجم الکبیر، 19 : 351، رقم : 819

اہتمام چراغاں

جشنِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریبات میں اِجتماعاتِ ذکر اور محافلِ نعت کا اِنعقاد اَدب واِحترام اور جوش وجذبے سے کیا جاتا ہے۔ شبِ ولادت چراغاں کا اِہتمام جشنِ میلاد کا ایک اور ایمان افروز پہلو ہے۔ عمارتوں اور شاہراہوں کو رنگارنگ روشنیوں سے سجایا جاتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنسانیت کو تاریکیوں سے نکال کر علم و آگہی کے اُجالوں میں لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات نورِ اِلٰہی کا مظہر اَتم ہے۔ لٰہذا دنیامیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشیاں منانے کے لیے بساطِ زندگی کو رنگ و نور سے سجایا جاتا ہے۔ ذہن میں سوال آسکتا ہے کہ کیااَوائل دورِ اسلام میں بھی اس کی کوئی مثال ملتی ہے؟ دِقتِ نظر سے دیکھا جائے تو یہ عمل ثقہ روایات کے مطابق خود ربِ ذوالجلال کی سنت ہے۔

1۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے حوالہ سے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھیں۔ آپ شبِ ولادت کی بابت فرماتی ہیں:

فلما ولدته خرج منها نور إضاء له البيت الذی نحن فيه والدّار، فماشیء إنظر إليه إلا نور.

''پس جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو سیدہ آمنہ کے جسمِ اَطہر سے ایسا نور نکلا جس سے پورا گھر اور حویلی جگمگ کرنے لگی اور مجھے ہر ایک شے میں نور ہی نور نظر آیا۔''

1. طبرانی، المعجم الکبیر، 25 : 147، 186، رقم: 355، 457
2. شیبانی، الآحاد والمثانی: 631، رقم: 1094
3. ماوردی، إعلام النبوۃ: 247
4. طبری، تاریخ الامم والملوک، 1 : 454

5. بیہقی، دلائل النبوۃ و معرفۃ احوال صاحب الشریعۃ، 1 : 111

6. ابو نعیم، دلائل النبوۃ: 135، رقم: 76

7. ابن جوزی، المنتظم فی تاریخ الامم والملوک، 2 : 247

8. ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، 3 : 79

9. ابن عساکر، السیرۃ النبویۃ، 3 : 46

10. ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 2 : 264

11. ہیثمی، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، 8 : 220

12. ابن رجب حنبلی، لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف: 173

13. عسقلانی، فتح الباری، 6 : 583

2۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت یوں مروی ہے:

إنی رأیت حین ولدتہ إنہ خرج منی نور إضاءت منہ قصور بصری من إرض الشام.

’’جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنم دیا تو میں نے دیکھا کہ بے شک مجھ سے ایسا نور نکلا جس کی ضیاء پاشیوں سے سرزمینِ شام میں بصرہ کے محلات روشن ہو گئے۔‘‘

.1 طبرانی، المعجم الکبیر، 24 : 214، رقم: 545

.2 ابن حبان، الصحیح، 14 : 313، رقم: 6404

.3 عبد الرزاق، المصنف، 5 : 318

.4 دارمی، السنن، 1 : 20، رقم: 13

.5 شیبانی، الآحاد والمثانی، 3 : 56، رقم: 1369

.6 شیبانی، الآحاد والمثانی، 4 : 397، رقم: 2446

.7 حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 2 : 673، رقم: 4230

8۔ ہیثمی نے ’’مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (8 : 222)‘‘ میں کہا ہے کہ اِسے احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے، اور احمد کی بیان کردہ روایت کی اسناد حسن ہیں۔

.9 ہیثمی، موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان: 512، رقم: 2093

10. ابن سعد، الطبقات الکبری، 1 : 102

11. ابن إسحاق، السیرۃ النبویۃ، 1 : 97، 103

12. ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: 160

13. طبری، تاریخ الامم والملوک، 1 : 455

14. ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، 1 : 171، 172

15. ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، 3 : 466

16. ابن عساکر، السیرۃ النبویۃ، 3 : 46

17. ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 2 : 275

18. سیوطی، کفایۃ الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب، 1 : 78

19. حلبی، إنسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، 1 : 83

20. احمد بن زینی دحلان، السیرۃ النبویۃ، 1 : 46

اُتر آئے ستارے قمقمے بن کر

اِنسان جب جشن مناتے ہیں تو اپنی بساط کے مطابق روشنیوں کا اہتمام کرتے ہیں، قمقمے جلاتے ہیں، اپنے گھروں، محلوں اور بازاروں کو ان روشن قمقموں اور چراغوں سے

مزین و منور کرتے ہیں، لیکن وہ خالقِ کائنات جس کی بساط میں شرق و غرب ہے اُس نے جب چاہا کہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد پر چراغاں کروں تو نہ صرف شرق تا غرب زمین کو منور کر دیا بلکہ آسمانی کائنات کو بھی اِس خوشی میں شامل کرتے ہوئے ستاروں کو قمقمے بنا کر زمین کے قریب کر دیا۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت عبد اللہ ثقیفہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

حضرت ولادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرایت البیت حین وضع قد امتلأ نوراً، ورایت النجوم تدنو حتی ظننت اِنہا ستقع علیّ.

”جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو (میں خانہ کعبہ کے پاس تھی) میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ نور سے منور ہو گیا ہے اور ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ کہیں مجھ پر نہ گر پڑیں۔“

1. سہیلی، الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، 1 : 278، 279

.2ابن اِثیر، الکامل فی التاریخ، 1 : 459

.3طبری، تاریخ الامم والملوک، 1 : 454

.4اِبو نعیم، دلائل النبوۃ: 135، رقم: 76

.5بیہقی، دلائل النبوۃ، 1 : 111

.6ابن جوزی، المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، 2 : 247

.7ابن رجب حنبلی، لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف: 173

.8سیوطی، کفایۃ الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب، 1 : 40

.9حلبی، إنسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، 1 : 94

.10نبہانی، الانوار المحمدیۃ من المواہب اللدنیۃ: 25

جشنِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر مکہ مکرّمہ میں چراغاں

مکہ مکرمہ نہایت برکتوں والا شہر ہے۔ وہاں بیت اللہ بھی ہے اور مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اس شہر کی قسمیں کھاتا ہے۔ اہلِ مکہ کے لیے مکی ہونا ایک اعزاز ہے۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر اہلِ مکہ ہمیشہ جشن

مناتے اور چراغاں کا خاص اہتمام کرتے۔ ائمہ نے اس کا تذکرہ اپنی کتب میں کیا ہے۔ نمونے کے طور پر چند روایات درج ذیل ہیں:

اِمام محمد جار اللہ بن ظہیرہ حنفی (م 986ھ) اہلِ مکہ کے جشنِ میلاد کے بارے میں لکھتے ہیں:

وجرت العادة بمكة ليلة الثاني عشر من ربيع الأول في كل عام إن قاضي مكة الشافعي يتهيّ . إلزيارة هذا المحل الشريف بعد صلاة المغرب في جمع عظيم، منهم الثلاثة القضاة وإكثر الأعيان من الفقهاء والفضلاء، وذوي البيوت بفوانيس كثيرة وشموع عظيمة وزحام عظيم. ويدعى فيه للسلطان ولأمير مكة، وللقاضي الشافعي بعد تقدم خطبة مناسبة للمقام، ثم يعود منه إلى المسجد الحرام قبيل العشاء، ويجلس خلف مقام الخليل عليه السلام بأزاء قبة الفراشين، ويدعو الداعي لمن ذكر آنفاً بحضور القضاة وإكثر الفقهاء. ثم يصلّون العشاء وينصرفون، ولم إقف على إول من سن ذالك، سائت مؤرخي العصر فلم إجد عندهم علماً بذلك.

''ہر سال مکہ مکرمہ میں بارہ ربیع الاول کی رات اہلِ مکہ کا یہ معمول ہے کہ قاضی مکہ۔ جو کہ شافعی ہیں۔ مغرب کی نماز کے بعد لوگوں کے ایک جم غفیر کے ساتھ مولد شریف کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں تینوں مذاہبِ فقہ کے قاضی، اکثر فقہاء،

فضلاء اور اہل شہر ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں میں فانوس اور بڑی بڑی شمعیں ہوتی ہیں۔ وہاں جا کر مولد شریف کے موضوع پر خطبہ دینے کے بعد بادشاہِ وقت، امیرِ مکہ اور شافعی قاضی کے لیے (منتظم ہونے کی وجہ سے) دعا کی جاتی ہے۔ پھر وہ وہاں سے عشاء سے تھوڑا پہلے مسجد حرام میں آ جاتے ہیں اور صفائی کرنے والوں کے قبہ کے مقابل مقامِ ابراہیم کے پیچھے بیٹھتے ہیں۔ بعد ازاں دعا کرنے والا کثیر فقہاء اور قضاۃ کی موجودگی میں دعا کاکہنے والوں کے لیے خصوصی دعا کرتا ہے اور پھر عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد سارے الوداع ہو جاتے ہیں۔ (مصنف فرماتے ہیں کہ) مجھے علم نہیں کہ یہ سلسلہ کس نے شروع کیا تھا اور بہت سے ہم عصر مؤرّخین سے پوچھنے کے باوُجود اس کا پتہ نہیں چل سکا۔''

ابن ظہیرۃ، الجامع اللطیف فی فضل مکۃ واہلہا وبناء البیت الشریف: 201، 202

علامہ قطب الدین حنفی (م 988ھ) نے کتاب الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام فی تاریخ مکۃ المشرفۃ میں اہلِ مکہ کی محافلِ میلاد کی بابت تفصیل سے لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

یزار مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المکانی فی اللیلۃ الثانیۃ عشر من شہر ربیع الأول فی کل عام، فیجتمع الفقہاء والأعیان علی نظام المسجد الحرام والقضاۃ الأربعۃ بمکۃ المشرفۃ بعد صلاۃ المغرب بالشموع الکثیرۃ والمفرغات والفوانیس والمشاغل وجمیع المشائخ مع طوائفہم بالأعلام الکثیرۃ

ویخرجون من المسجد إلی سوق اللیل ویمشون فیہ إلی محل المولد الشریف بازدحام ویخطب فیہ شخص ویدعو للسلطنۃ الشریفۃ، ثم یعودون إلی المسجد الحرام ویجلسون صفوفاً فی وسط المسجد من جہۃ الباب الشریف خلف مقام الشافعیۃ ویقف رئیس زمزم بین یدی ناظر الحرم الشریف والقضاۃ ویدعو للسلطان ویلبسہ الناظر خلعۃ ویلبس شیخ الفراشین خلعۃ. ثم یؤذّن للعشاء ویصلی الناس علی عادتہم، ثم یمشی الفقہاء مع ناظر الحرم إلی الباب الذی یخرج منہ من المسجد، ثم یتفرّقون. وہذہ من إعظم مواکب ناظر الحرم الشریف بمکۃ المشرفۃ ویأتی الناس من البدو والحضر واہل جدۃ، وسکان الأودیۃ فی تلک اللیلۃ ویفرحون بہا.

’’ہر سال باقاعدگی سے بارہ ربیع الاول کی رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت کی زیارت کی جاتی ہے۔ (تمام علاقوں سے) فقہاء، گورنر اور چاروں مذاہب کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجد حرام میں اکٹھے ہوتے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں کثیر تعداد میں شمعیں، فانوس اور مشعلیں ہوتیں ہیں۔ یہ (مشعل بردار) جلوس کی شکل میں مسجد سے نکل کر سوق اللیل سے گزرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ پھر ایک عالم دین وہاں خطاب کرتا ہے اور اس سلطنتِ شریفہ کے لیے دعا کرتا ہے۔ پھر تمام لوگ دوبارہ مسجد حرام میں آنے کے بعد باب شریف کی طرف رُخ کرکے مقامِ شافعیہ کے پیچھے مسجد کے وسط میں بیٹھ جاتے ہیں اور رئیسِ زمزم حرم شریف کے نگران کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ بعد ازاں قاضی بادشاہِ وقت کو بلاتے ہیں، حرم شریف کا نگران اس کی دستار بندی کرتا ہے اور صفائی

کرنے والوں کے شیخ کو بھی خلعت سے نوازتا ہے۔ پھر عشاء کی اذان ہوتی اور لوگ اپنے طریقہ کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں۔ پھر حرم پاک کے نگران کی معیت میں مسجد سے باہر جانے والے دروازے کی طرف فقہاء آتے اور اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ یہ اتنا بڑا اجتماع ہوتا کہ دور دراز دیہاتوں، شہروں حتیٰ کہ جدہ کے لوگ بھی اس محفل میں شریک ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر خوشی کا اِظہار کرتے تھے۔"

قطب الدین، کتاب الإعلام بأعلام بیت اللہ الحرام فی تاریخ مکۃ المشرفۃ: 355، 356

اِس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ خوشی کے موقع پر چراغاں کرنا سنتِ اِلٰہیہ ہے۔ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یومِ میلاد سے بڑھ کر خوشی کا موقع کون سا ہو سکتا ہے! لٰہذا ہمیں چاہیے کہ بحث و نزاع میں پڑنے کی بجائے سنتِ اِلٰہیہ پر عمل کرتے ہوئے اہالیانِ مکہ کے طریق پر جشنِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر حسبِ اِستطاعت چراغاں کا اِہتمام کریں۔

اطعام الطعام (کھانا کھلانا (

محافلِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہر خاص و عام کے لیے ماکولات و مشروبات کا اِنتظام کیا جاتا ہے، اَنواع واَقسام کے کھانے تیار کئے جاتے ہیں، مٹھائی اور شیرینی تقسیم

کی جاتی ہے۔ کھانا کھلانا شرعاً مقبول عمل ہے جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند فرمایا ہے، اور قرآن و حدیث میں اِس کی بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے۔

1۔ قرآن حکیم میں کھانا کھلانے کی فضیلت

1۔ کھانا کھلانے کے باب میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا O إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا O

''اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اُس کی طلب و حاجت ہونے کے باوُجود اِیثاراً) محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں) o اور کہتے ہیں کہ) ہم تو محض اللہ کی رضا کے لیے تمہیں کھلا رہے ہیں، نہ تم سے کسی بدلہ کے خواست گار ہیں اور نہ شکر گزاری کے (خواہش مند) ہیں'' o

الدہر، 76 : 8،9

2۔ مناسکِ حج میں سے ایک قربانی کے جانور ذبح کرنا ہے۔ اللہ رب العزت نے ذبیحہ کے گوشت کو خود کھانے اور باقی ضرورت مندوں کو کھلانے کا حکم دیا ہے:

فَكُلُوا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ○

”پس تم اس میں سے خود (بھی) کھاؤ اور خستہ حال محتاج کو (بھی) کھلاؤ“ ○

الحج، 22 : 28

ایک اور مقام پر فرمایا:

فَكُلُوا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ.

”تو تم خود (بھی) اس میں سے کھاؤ اور قناعت سے بیٹھے رہنے والوں کو اور سوال کرنے والے (محتاجوں) کو بھی کھلاؤ۔“

الحج، 22 : 36

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو کھانے کی دعوت پر بلایا کرتے تھے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ.

”اے ایمان والو! نبیِ (مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے اجازت دی جائے (پھر وقت سے پہلے پہنچ کر) کھانا پکنے کا انتظار کرنے والے نہ بنا کرو، ہاں جب تم بلائے جاؤ تو (اُس وقت) اندر آیا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو (وہاں سے اُٹھ کر) فوراً منتشر ہو جایا کرو اور وہاں باتوں میں دل لگا کر بیٹھے رہنے والے نہ بنو۔“

الاحزاب، 33 : 53

اِن آیاتِ مبارکہ سے واضح ہے کہ کھانے کی دعوت دینااور اپنے دوست اَحباب، ضرورت مندوں، محتاجوں اور بے کسوں کو کھانا کھلانا عین سنتِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حکم خداوندی ہے۔

2۔اَحادیثِ مبارکہ میں کھانا کھلانے کی ترغیب

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی مواقع پر غرباء و مساکین اور رشتہ داروں اور مستحقین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دی ہے۔اس حوالے سے چند اَحادیث مبارکہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

1۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی شخص نے سوال کیا: بہترین اسلام کون سا ہے؟آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تطعم الطعام و تقرإ السّلام علی من عرفت ومن لم تعرف.

’’تو کھانا کھلائے یا سلام کرے اُس شخص کو جسے تو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو۔‘‘

1. بخاری، الصحیح، کتاب الإیمان، باب إطعام الطعام من الإسلام، 1 : 13، رقم : 12

2. بخاری، الصحیح، کتاب الإیمان، باب إفشاء السّلام، 1 : 19، رقم : 28

3. بخاری، الصحیح، کتاب الإستئذان، باب السّلام للمعرفة وغیر المعرفة، 5 : 2302، رقم : 5882

4. مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب تفاضل الإیمان، 1 : 65، رقم : 39

5. إبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب فی إفشاء السّلام، 4 : 350، رقم : 5194

6. نسائی، السنن، کتاب الإیمان، باب إی الإسلام خیر، 8 : 107، رقم : 5000

7. ابن ماجہ، السنن، کتاب الأطعمة، باب إطعام الطعام، 2 : 1083، رقم : 3253

2۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت مدینہ تشریف لائے تو اَوّل کلام جو میں نے ان سے سنا وہ یہ تھا:

یاایہاالناس ! اِفشوا السّلام ، واِطعموا الطّعام ، وصلّوا والنّاس نیام تدخلون الجنّۃ بسلام .

’’اے لوگو ! سلام عام کرو اور کھانا کھلاؤ، اور نماز پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں، تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔‘‘

.1ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، 4 : 652، رقم : 2485

.2ابن ماجہ، السنن، کتاب إقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، باب فی قیام اللیل، 1 : 423، رقم : 1334

.3ابن ماجہ، السنن، کتاب الأطعمۃ، باب إطعام الطعام، 2 : 1083، رقم : 3251

.4اِحمد بن حنبل، المسند، 5 : 451، رقم : 23835

.5دارمی، السنن، 1 : 405، رقم : 1460

3۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

اِعبدوا الرحمٰن، واِطعموا الطّعام، واِفشوا السّلام، تدخلوا الجنّة بسلام.

’’تم رحمان کی عبادت کرو اور کھانا کھلاؤ اور سلام عام کرو، سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔‘‘

1. ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الأطعمة، باب ما جاء في فضل إطعام الطعام، 4 : 2870، رقم : 1855

2. اِحمد بن حنبل، المسند، 2 : 170، رقم : 6587

3. دارمی، السنن، 2 : 148، رقم : 2081

4. بزار، البحر الزخار (المسند)، 6 : 383، رقم : 2402

5. بخاری، الأدب المفرد، 1 : 340، رقم : 981

4۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے کثرت کے ساتھ کھانا کھلانے کا شکوہ کیا اور اسے اِسراف قرار دیا، تو انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کا حوالہ دیا:

خیارکم من اِطعم الطّعام، وردّ السّلام.

’’تم میں سے بہترین وہ ہیں جو کھانا کھلاتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔‘‘

1. اِحمد بن حنبل، المسند، 6 : 16، رقم: 23971، 23974
2. طحاوی، شرح معانی الآثار، 4 : 166، 167، رقم: 7105
3. حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 4 : 310، رقم: 7739
4. بیہقی، شعب الاِیمان، 6 : 478، رقم: 8973

5۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من إطعم إخاه خبزاً حتی یشبعه، وسقاه ماء حتی یرویه، بعّده اللہ عن النار سبع خنادق بُعد مابین خندقین مسیرۃ خمسمائۃ سنۃ.

”جو شخص اپنے کسی بھائی کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اُسے (دوزخ کی) آگ سے سات خندق جتنے فاصلے کی دوری پر کر دے گا، اور دو خندقوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔“

1. حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 4 : 144، رقم: 7172
2. طبرانی، المعجم الأوسط، 6 : 320، رقم: 6518
3. بیہقی، شعب الإیمان، 3 : 218، رقم: 3368
4. دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، 3 : 576، رقم: 5807
5. منذری، الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف، 2 : 36، رقم: 1403
6. ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، 3 : 130

اِن تمام اَحادیث سے یہ نتیجہ اَخذ ہوا کہ اپنے بیگانے کی تمیز کے بغیر کسی کو بھی کھانا کھلانا بہترین عمل ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ کھانا کھلانے سے دوزخ سے رہائی ملتی ہے اور جنت میں ٹھکانہ ملتا ہے۔ لہٰذا اگر عام دنوں میں کسی بھوکے اور محتاج کو کھانا کھلانے کا اتنا زیادہ ثواب ہے تو جس دن بے کسوں کے والی، بے آسروں کے آسرا اور بے سہاروں کے سہارا سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِس عالم آب و گل میں تشریف آوری ہوئی اُس موقع پر لوگوں کو کھانا کھلانا کتنے اَجر کا باعث ہوگا۔

جلوس میلاد

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دن درود و سلام سے مہکی ہوئی فضامیں جلوس نکالنا بھی تقریباتِ میلاد کا ضروری حصہ بن چکا ہے۔ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کا یہ عمل بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی سنت ہے۔ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی جلوس نکالے جاتے جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم شریک ہوتے۔ درج ذیل احادیث سے جلوس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے:

کتب سیر واَحادیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہجرت کے بعد مدینہ منورہ آمد کا حال اس طرح بیان کیا گیا ہے:

’’اُن دنوں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کسی روز بھی متوقع تھی مدینہ منورہ کے مرد وزن، بچے اور بوڑھے ہر روز جلوس کی شکل میں دیدہ ودل فرشِ راہ کیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِستقبال کے لیے مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر قباء کے مقام پر جمع ہو جاتے۔ جب ایک روز سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی مسافتیں طے کرتے ہوئے نزولِ اِجلال فرمایا تو اس دن اہلِ مدینہ کی خوشی دیدنی تھی۔ اس دن ہر فرد فرطِ مسرت میں گھر سے باہر نکل آیا اور شہرِ مدینہ کے گلی کوچوں میں ایک جلوس کا سا سماں نظر آنے لگا۔‘‘

حدیثِ مبارکہ کے الفاظ ہیں:

فصعد الرجال والنساء فوق البیوت، وتفرق الغلمان والخدم في الطرق، ینادون: یا محمد! یا رسول اللہ! یا محمد! یا رسول اللہ!

’’مرد وزن گھروں پر چڑھ گئے اور بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے، سب بہ آواز بلند کہہ رہے تھے: یا محمد! یا رسول اللہ! یا محمد! یا رسول اللہ‘‘!

1. مسلم، الصحیح، کتاب الزہد والرقائق، باب فی حدیث الھجرۃ، 4 : 2311، رقم : 2009

2. ابن حبان، الصحیح، 15 : 289، رقم : 68970

3. ابویعلی، المسند، 1 : 107، رقم : 116

4. مروزی، مسندِ ابی بکر : 129، رقم : 65

اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری دیکھ کر جاں نثاروں پر کیف و مستی کا ایک عجیب سماں طاری ہوگیا۔ اِمام رویانی کے مطابق اہالیانِ مدینہ جلوس کی شکل میں یہ نعرہ لگا رہے تھے :

جاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.

''اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔''

رویانی، مسند الصحابۃ، 1 : 138، رقم : 329

معصوم بچیاں اور اَوس و خزرج کی عفت شعار دوشیزائیں دف بجا کر دل و جان سے محبوب ترین اور عزیز ترین مہمان کو اِن اَشعار سے خوش آمدید کہہ رہی تھیں :

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا

مِنْ ثَنِیاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا

مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعٍ

اَیُّہَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا

جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

(ہم پر وداع کی چوٹیوں سے چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا، جب تک لوگ اللہ کو پکارتے رہیں گے ہم پر اس کا شکر واجب ہے۔ اے ہم میں مبعوث ہونے والے نبی! آپ ایسے اَمر کے ساتھ تشریف لائے ہیں جس کی اِطاعت کی جائے گی۔)

1. ابن ابی حاتم رازی، الثقات، 1 : 131

2. ابن عبد البر، التمہید لما فی الموطا من المعانی والأسانید، 14 : 82

3. ابو عبید اندلسی، معجم ما استعجم من اِسماء البلاد والمواضع، 4 : 1373

4. محب طبری، الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، 1 : 480

5. بیہقی، دلائل النبوۃ و معرفۃ اِحوال صاحب الشریعۃ، 2 : 507

6. ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 2 : 583

7. ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 3 : 620

8. ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 7 : 261

9. ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 8 : 129

10. قسطلانی، المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، 1 : 634

11. زرقانی، شرح المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، 4 : 100، 101

12.اِحمد بن زینی دحلان، السیرۃ النبویۃ، 1 : 323

گزشتہ صفحات میں بیان کردہ محفلِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَجزائے تشکیلی سے واضح ہو گیا ہے کہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانے کے یہی طریقے جائز اور مسلمہ ہیں۔ دنیا بھر میں اِسلامی معاشرے اِنہی طریقوں سے میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مناتے چلے آرہے ہیں۔ ان میں سے ایک عمل بھی ایسا نہیں جس کی اَصل عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دورِ صحابہ میں موجود نہ ہو یا قرآن وسنت سے متصادم ہو۔ جس طرح یہ اَجزاء الگ الگ طور پر جائز بلکہ مسلمہ ہیں اُسی طرح مجموعی طور بھی محفلِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں اِن کو شرعی جواز حاصل ہے۔

میلاد کی تقریبات کے سلسلے میں انتظام وانصرام اور ہر وہ کام انجام دینا جو خوشی ومسرت کے اظہار کے لیے ہو شرعی طور پر مطلّقاً جائز ہے۔ اس طرح محفلِ میلاد روحانی طور پر ایک قابلِ تحسین، قابلِ قبول اور پسندیدہ عمل ہے۔ ایسی مستحسن اور مبارک محافل کے بارے میں جواز! عدمِ جواز کا سوال اٹھانا یقیناً حقائق سے لاعلمی، ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔